© rasailojaraid.com

ارتداد کے شرعی احکام

تحریر: ڈاکٹر محفوظ احمد، ایم اے، ایم او ایل، ایم فل، پی ایچ ڈی
ایسوسی ایٹ پروفیسر (اسلامیات) گورنمنٹ کالج، یونیورسٹی
فیصل آباد

اسلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ ادیان میں سے آخری دین ہے۔ یہی دنیا و آخرت میں فلاح و کامیابی کی بنیاد ہے۔ مشیت ایزدی یہ ہے کہ کوئی شخص جب کلمہ طیبہ کے اقرار و تصدیق سے مسلمان ہو جاتا ہے تو وہ تادم حیات اس سے منسلک رہے۔ اس امر کو انتہائی قبیح قرار دیا گیا ہے کہ کوئی شخص اسلام قبول کرنے کے بعد کفر کی طرف رجوع کرے۔ فقہ اسلامی میں قبولیت اسلام کے بعد کفر اختیار کرنا ارتداد کہلاتا ہے۔ چونکہ عہد رسالت مآب ﷺ میں ارتداد سے متعلق متعد د واقعات رونما ہوئے اور قیامت تک ایسے واقعات کے وقوع پذیر ہونے کا امکان تھا۔ لہذا اس ضمن میں اسلام نے جامع احکامات فراہم کیے۔ انہی احکامات پر مبنی یہ مضمون تحریر کیا گیا ہے۔

اس مضمون میں ارتداد کا مفہوم، قرآن و حدیث سے اس کا اثبات، ارتداد کی اقسام، ارتداد سے متعلق شرائط، مرتد کی ذات، مال، قرضے اور اس کی اولاد سے متعلق احکام، مرتد کے ذبیحہ کی حیثیت، اس کی ولایت اور عورت کے ارتداد سے متعلق مسائل کا ذکر کیا گیا ہے۔ مضمون کے آخر میں ان دلائل کی تنقیح کی گئی ہے جو منکرین حد ارتداد قائلین حد ارتداد کے دلائل پر پیش کرتے ہیں نیز ان دلائل کا محاکمہ بھی کیا گیا ہے جو منکرین حد اپنے دعوی کے اثبات میں پیش کرتے ہیں۔

ارتداد کا مفہوم اور قرآن و حدیث سے اس کا اثبات

لغوی مفہوم: ارتداد کا لفظ رد (ردد) سے مشتق ہے جس کا لغوی معنی ہے پلٹ جانا، لوٹ جانا، قبول نہ کرنا اور کسی کو کوئی چیز لوٹا دینا یا واپس کر دینا (۱) امام راغب اصفہانی ؒ فرماتے ہیں:

"الردصرف الشئی بذاته اوبحاله من احواله یقال رددته فارتد"

(رد کا معنی ہے کسی چیز کو لوٹا دینا خواہ اصل شے کو لوٹا دیا جائے یا اس کی حالتوں میں کسی حالت کو لوٹا دیا جائے۔) کہا جاتا ہے میں نے اسے لوٹایا پس وہ لوٹ آیا۔ ارتداد اور ردۃ اس راستے پر پلٹنے کو کہتے ہیں جس سے کوئی آیا ہو لیکن ردت کا لفظ کفر کی طرف لوٹنے کو کہتے ہیں جس سے کوئی آیا ہو اس

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لئے ردت کا لفظ کفر کی طرف لوٹنے کے ساتھ خاص ہو چکا ہے۔ ارتداد عام ہے۔ یہ لفظ حالت کفر اور غیر دونوں کی طرف لوٹنے پر استعمال کیا جاتا ہے۔

رد کا لفظ عربی زبان میں دو صلوں کے ساتھ استعمال ہوتا ہے۔ اگر رد کا صلہ "علی" آئے تو اس میں تحقیر و اہانت کا معنی پایا جاتا ہے جیسے کہا جاتا ہے "رد علیہ الشئی" اس نے اس کی چیز قبول نہ کی یعنی حقارت کے ساتھ واپس کر دی۔ اگر رد کا صلہ "الی" آئے تو اس میں عزت کا پہلو ہوتا ہے جیسے سورۃ قصص میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ سے فرمایا "فرددناہ الی امہ" ہم نے موسیٰ کی والدہ کو عزت کے ساتھ موسیٰ لوٹا دیا" (۲)

اصطلاحی مفہوم: امام کاسانی فرماتے ہیں کہ فقہ اسلامی میں ارتداد ایمان سے پلٹ جانے کو کہتے ہیں۔ (۳)

ڈاکٹر وھبۃ الزحیلی نے لکھا ہے کہ ارتداد سے مراد اسلام سے کفر کی طرف رجوع کرنا ہے اگرچہ ارادۃً ہو یا قولاً ہو یا فعلاً۔ اگرچہ یہ مذاق کے ساتھ ہو یا دشمنی کے طور پر یا اعتقادی طور پر۔ (۴)

آئمہ اربعہ کے نزدیک کسی مسلمان کا صریح کفریہ قول یا ان الفاظ کو جو کفر کے مقتضی ہوں یا ایسے فعل کو جو کفر کو مستلزم ہو اختیار کرنا شرعاً ارتداد کہلاتا ہے۔ علامہ عبدالوہاب شعرانی نے ارتداد کی شرعی تعریف ان الفاظ میں کی ہے۔

کسی عاقل، بالغ، مسلم مرد یا عورت سے ایسے قول، فعل، شک (شک پر قائم رہنے سے مراد یہ ہے کہ وہ کفر اور اسلام کے درمیان متردد ہو) یا اعتقاد کا برضاء و رغبت صادر ہونا جو اسے دین سے خارج کر دے اور اس کا جان و مال مسلمانوں پر حلال کر دے۔ اگرچہ اس سے یہ قول، فعل، شک یا اعتقاد بطور مزاح، عداوت دیدہ دانستہ یا نادانستہ صادر ہو ارتداد کہلاتا ہے۔ (۵)

قرآن مجید اور ارتداد: قرآن مجید میں رد کے مادے سے تقریباً ۳۷ الفاظ ۶۰ بار استعمال ہوئے ہیں۔ قرآن مجید کی مندرجہ ذیل چھ آیات ایسی ہیں جن میں ارتداد کا ذکر صراحتاً موجود ہے:

۱۔ "ودکثیر من اھل الکتاب لو یردونکم من بعد ایمانکم کفاراً" (۶)
(بہت سے اہل کتاب دل سے چاہتے ہیں کہ وہ کسی نہ کسی طرح تمہیں ایمان لانے کے بعد کافر بنا دیں)

۲۔ "ولا یزالون یقاتلونکم حتی یردوکم عن دینکم ان استطاعوا ومن یرتدد منکم عن دینہ فیمت وھو کافر فاولئک حبطت اعمالھم

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فی الدنیاوالآخرۃواولئک اصحب النارھم فیھاخالدون"(۷)

(یہ کفار) ہمیشہ آپ سے لڑتے رہیں گے یہاں تک کہ تمہیں تمہارے دین سے پھیر دیں اگر اس کی طاقت رکھیں (لیکن یاد رکھو) اور جو تم میں سے اپنے دین سے پھر جائے اور حالت کفر پر مر جائے تو ان کے اعمال دنیاو آخرت میں ضائع ہو گئے اور وہ دوزخی ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے)

۳۔ "فاماالذین اسودت وجوھھم آکفرتم بعدایمانکم فذوقواالعذاب بماکنتم تکفرون"(۸)

(پس وہ لوگ جو (قیامت کے روز) سیاہ رو ہوں گے (انہیں کہا جائے گا) کیا تم نے ایمان لانے کے بعد کفر اختیار کر لیا تھا پس اب عذاب چکھو اس وجہ سے کہ تم (دنیا میں) کفر کیا کرتے تھے)

۴۔ "ومن یکفربالایمان فقدحبط عملہ وھوفی الاخرۃمن الخاسرین"(۹)

(اور جو شخص ایمان کا انکار کرتا ہے تو اس کا عمل ضائع ہو گیا اور وہ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں سے ہو گا)

۵۔ "یایھاالذین امنوامن یرتدمنکم عن دینہ فسوف یاتی اللہ بقوم یحبھم ویحبونہ"(۱۰)

(اے ایمان والو! تم میں جو کوئی اپنے دین سے پھر گیا (مخلص مسلمانوں گھبرانے کی ضرورت نہیں) عنقریب اللہ تعالیٰ ایسی قوم کو لے آئے گا جس سے وہ محبت کرتا ہے اور وہ اس سے محبت کرتے ہیں)

۶۔ "اِن الذین ارتدواعلی ادبارھم من بعدماتبین لھم الھدی الشیطن سول لھم واملی لھم"(۱۱)

(بے شک وہ لوگ جو واضح ہدایت ہونے کے بعد اس ہدایت سے پھر گئے (یعنی مرتد ہو گئے) تو شیطان نے انہیں فریب دیا اور انہیں لمبی زندگی کی امید دلائی۔)

۷۔ "ستدعون الی قوم اولی بأس شدیدتقاتلونھم اویسلمون"(۱۲)

(عنقریب تمہیں ایسے لوگوں سے لڑنے کے لیے بلایا جائے گا جو بڑے زور آور ہیں۔ تمہیں ان سے جنگ کرنا ہو گی یا وہ مطیع ہو جائیں گے۔)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس آیت کا پس منظر یہ ہے کہ بعض عرب قبائل نے سفر حدیبیہ پر رسول اکرم ﷺ کے ساتھ جانے سے گریز کیا تھا اس کے بعد انہوں نے آپ ﷺ کے ساتھ غزوات میں شریک ہونے کی خواہش کا اظہار کیا تو اللہ تعالی نے یہ آیت نازل فرمائی کہ عنقریب تمہیں اس قوم کے ساتھ معرکہ آرائی کے لیے دعوت دی جائے گی جو طاقتور ہوگی۔اس دوران تم انہیں قتل کرو گے یا وہ اسلام قبول کرلیں گے۔

اکثر مفسرین کے نزدیک اس سے مراد وہ جنگ ہے جو حضرت ابوبکر صدیق ؓ کے عہد خلافت میں مرتدین اور جھوٹے مدعیان نبوت کے خلاف لڑی گئی (تفصیل کے لیے دیکھئے تفسیر ضیاء القرآن از پیر کرم شاہ جلد ۴،ص ۵۴۶)

لہذا اس آیت سے یہ واضح ہوا کہ اسلام میں مرتد کی سزا قتل ہے یا وہ تائب ہو جائے جبکہ عام کافروں کے ساتھ تین صورتیں ہوتی ہیں۔جنگ یا جزیہ یا قبولیت اسلام۔(۱۳)

قرآن مجید میں ارتداد سے متعلق ان کے علاوہ اور بھی متعدد آیات ہیں اگرچہ ان میں مفہوم کی ان آیات جیسی صراحت نہیں جیسے سورۃ آل عمران آیت ۹۰،۱۰۰،۱۴۹،سورۃ نساء آیت ۱۳۷،سورۃ توبہ آیت ۷۴ اور سورۃ نحل آیت ۱۰۶۔

ان تمام آیات قرآنیہ سے مرتد کے بارے میں درج ذیل احکام واضح ہوتے ہیں :

۱۔ اسلام میں مرتد کی سزا قتل ہے۔

۲۔ مرتد کا ارتداد سے پہلے مسلمان ہونا ضروری ہے۔

۳۔ جو مسلمان حالت ارتداد میں مر گیا اس کے تمام اعمال صالحہ ضائع ہو گئے۔

۴۔ قیامت کے دن مرتد کا چہرہ سیاہ ہوگا۔

۵۔ ان آیات میں ارتداد سے ترہیب اور اسلام کی ترغیب دی گئی ہے۔

احادیث نبوی ﷺ اور ارتداد

قرآن مجید کے علاوہ ارتداد کی سزا کا ذکر رسول اکرم ﷺ کی احادیث میں بھی ملتا ہے۔

ان میں سے چند احادیث ذیل میں پیش کی جاتی ہیں :

۱۔ ”لا یحل دم امری مسلم الا باحدی ثلاث الثیب الزانی والنفس بالنفس والتارک لدینہ“(۱۴)

(کسی مسلمان کا خون بہانا ان تین حالتوں میں جائز ہے۔شادی شدہ زنا کا مرتکب ہو،

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کسی کو قتل کرے یا اپنے دین کو چھوڑ دے)

۲۔ "من بدل دینه فاقتلوه" (۱۵) (جو مسلمان اپنا دین تبدیل کرے اسے قتل کر دو)

۳۔ موطا امام مالک میں اسی مفہوم کو ان الفاظ میں روایت کیا گیا ہے:

"من غیر دینه فاضربوا عنقه" (۱۶)

(جو مسلمان اپنے دین کو تبدیل کرے اس کی گردن اتار دی جائے)

۴۔ حضرت ابن عباسؓ مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

"من خالف دینه دین الاسلام فاضربوا عنقه" (۱۷)

(جو شخص اپنے دین اسلام کی مخالفت کرے، اسے قتل کر دیا جائے)

ان تمام احادیث میں دین سے مراد اسلام ہے کیونکہ قرآن مجید میں اسلام ہی کو دین قرار دیا گیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

"ان الدین عند الله الاسلام" (۱۸) (بے شک اللہ تعالیٰ کے ہاں دین اسلام ہے)

لہذا یہاں دین سے مراد کوئی دوسرا دین نہیں لیا جا سکتا۔ اس لئے کہ کسی اور دین کی تبدیلی کی سزا اسلام میں کیسے ممکن ہے۔

۵۔ ایک حدیث میں آنحضور ﷺ نے غلاموں کے بارے میں فرمایا:

"اذا ابق العبد الی الشرک فقد حل دمه" (۱۹)

(جب غلام (اسلام کے بعد) مشرک ہو جائے تو اس کا خون مباح ہو جاتا ہے یعنی اس جرم میں آزاد اور غلام کا کوئی فرق نہیں)

۶۔ حضرت قتادہ سے روایت ہے کہ آنحضور ﷺ نے ولید بن عقبہؓ کو قبیلہ بنی مصطلق کی طرف وصولی زکوٰۃ کے لیے بھیجا لیکن کسی سابقہ رنجش کے باعث ولید نے وہاں پہنچے بغیر رسول اکرم ﷺ سے آکر عرض کی:

"انهم قد ارتدوا عن الاسلام" (بے شک وہ لوگ اسلام سے مرتد ہو گئے ہیں)

یہ خبر سن کر رسول اکرم ﷺ نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو ایک دستہ دے کر بھیجا اور فرمایا:

"ان یتثبت ولا یعجل" یعنی پہلے تحقیق کر لینا اور پھر کوئی کاروائی کرنا اور جلدی نہ کرنا۔ (۲۰)

قبیلہ بنی مصطلق کے ارتداد کی خبر سن کر باقاعدہ ایک دستہ بھیجنا اور تحقیق کے بعد کاروائی کا حکم فرمانا اسلام میں ارتداد کی سزا قتل کو واضح کرتا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۷۔ سنن دارقطنی اور تلخیص الحبیر میں روایت نقل کی گئی ہے کہ ام مروان نامی ایک عورت مرتد ہو گئی۔ اس کے متعلق حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

اس کے سامنے اسلام پیش کیا جائے اگر وہ توبہ کر لے تو درست اور اگر توبہ نہ کرے تو اسے قتل کر دیا جائے۔(۲۱)

۸۔ امام شوکانی فرماتے ہیں کہ اس طرح ایک عورت غزوہ احد کے موقع پر مرتد ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا:

"ان تستتاب فان تابت والا قتلت"

(یعنی اسے توبہ کی دعوت دی جائے اگر توبہ کر لے تو درست ورنہ اسے قتل کر دیا جائے)(۲۲)

آثار صحابہ اور ارتداد

ارتداد سے متعلق رسول اکرم ﷺ کے ارشادات کی عملی صورت کی وضاحت کے لیے صحابہ کرامؓ کا عمل ایک بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ اس لئے کہ صحابہ کرامؓ ہی احادیث کی روح کو سب سے بہتر سمجھتے تھے۔ اس لئے آپ ﷺ نے ہر صحابی کو مقتدا قرار دیا لیکن شرط یہ ہے کہ مقتدی کی نیت اخلاص پر مبنی ہو۔ کتب احادیث میں ارتداد سے متعلق صحابہ کرامؓ کے آثار مروی ہیں۔ ان میں سے چند آثار یہ ہیں:

۱۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اپنے عہد خلافت میں ام قرفہ نامی عورت کو ارتداد کے جرم میں قتل کیا(۲۳)

۲۔ آپؓ نے منکرین زکوٰۃ، بنو قضاعہ اور دیگر قبائل کے مرتدین جنہیں کذاب مدعیان نبوت نے اپنے ساتھ ملا لیا تھا کو ارتداد کی بنا پر قتل کیا۔

۳۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے عہد خلافت میں حضرت عیینہؓ اور حضرت اقرعؓ کا کوئی قطعہ طلب کرنے آئے تو آپؓ نے حضرت عمرؓ کو ایک تحریر لکھ دی۔ حضرت عمرؓ نے وہ تحریر پھاڑ دی اور فرمایا کہ رسول اکرم ﷺ تمہیں اسلام پر قائم رکھنے کے لیے وہ زمین دیا کرتے تھے۔ اب اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غلبہ عطا کر دیا ہے اور مسلمان تمہاری طرف سے بے نیاز ہو گئے ہیں۔ اب اگر تم اسلام پر قائم رہو گے تو بہتر ورنہ ہمارے اور تمہارے درمیان تلوار فیصلہ کرے گی۔

آپؓ کا یہ قول واضح کرتا ہے کہ اسلام میں مرتد کی سزا قتل ہے خواہ مرتد محارب

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہو یا غیر محارب۔

۴۔ حضرت عمر فاروقؓ کے دور میں ایک جنگی مہم کے دوران ایک مرتد کو قتل کر دیا گیا۔ جب آپؓ کو اس واقعہ کی اطلاع دی گئی تو آپؓ نے فرمایا: اسے تین دن کی مہلت کیوں نہ دی گئی ممکن ہے وہ توبہ کر کے اسلام کی طرف رجوع کر لیتا۔(۲۴)
(اس روایت کا تفصیلی ذکر توبہ کے عنوان میں کیا جائے گا)

اس روایت سے واضح ہوتا ہے کہ آپؓ نے مرتد کی سزا قتل درست قرار دی۔ اگر آپؓ اسے خلاف شرع قرار دیتے تو مرتد کے قاتل کو ضرور سزا دیتے لیکن آپ نے مرتد کے فوری قتل کو اور اسے توبہ کی مہلت نہ دینے کو عذاب قرار دیا اور اللہ تعالی سے اس ضمن میں اپنی برأت کا اظہار کیا۔

۵۔ امام بیہقی السنن الکبری میں حضرت عثمانؓ کے بارے نقل کرتے ہیں کہ آپ مرتد کو تین بار اسلام کی دعوت دیتے اگر وہ تائب نہ ہوتا تو پھر اسے قتل کرنے کا حکم جاری کرتے (۲۵)
توبہ کی دعوت دینا مرتد محض کے لیے ہوتا ہے نہ کہ مرتد محارب کے لیے۔

۶۔ حضرت عثمان غنیؓ کے گھر کا جب بلوائیوں نے محاصرہ کیا تو آپ نے ان سے مخاطب ہو کر فرمایا: آپ مجھے قتل کیوں کرنا چاہتے ہیں حالانکہ میں نے رسول اکرم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ کسی مسلمان کو صرف تین باتوں پر قتل کیا جاتا ہے۔ شادی شدہ اگر زنا کا مرتکب ہو یا کوئی مسلمان کسی کو ناحق قتل کرے یا قبولیت اسلام کے بعد مرتد ہو جائے۔ خدا کی قسم میں نے جاہلیت اور اسلام کسی دور میں بھی زنا نہیں کیا۔ نہ میں نے کسی کو ناحق قتل کیا اور نہ ہی میں اسلام سے منحرف ہوا ہوں"(۲۶)

اس روایت سے یہ واضح ہوتا ہے کہ حضرت عثمانؓ کے نزدیک مرتد کی سزا قتل ہی ہے۔ خواہ وہ مرتد محارب ہو یا غیر محارب۔

۷۔ حضرت علیؓ کے بارے منقول ہے کہ آپؓ کے عہد خلافت میں ابن عجل المستورد بن قبیصہ اسلام قبول کرنے کے بعد عیسائی ہو گیا۔ پھر اسے آپؓ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ تکرار کلام کے باوجود اس نے توبہ نہ کی جسے بعد میں قتل کر دیا گیا۔(۲۷)

۸۔ حضرت رسول اکرم ﷺ نے حضرت معاذ بن جبلؓ کو یمن کا گورنر مقرر فرمایا تو آپ ﷺ نے ان سے پوچھا کہ تم وہاں فیصلے کیسے کرو گے تو آپؓ نے عرض کی سب سے پہلے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قرآن مجید کو دیکھوں گا اگر قرآن مجید میں اس مسئلہ کو نہ پاؤں تو پھر آپ کی سنت کو دیکھوں گا۔ اگر اس میں بھی وہ مسئلہ نہ پاؤں تو پھر قرآن و سنت کی روشنی میں اجتہاد کروں گا۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالی کا شکر ہے کہ اس نے اللہ کے رسول ﷺ کے نائب کو اس امر کی توفیق بخشی جس سے اس کا رسول خوش ہے۔ (۲۸)

یہ حضرت معاذؓ اس تقرری کے بعد جب یمن پہنچے تو ابھی آپؓ اپنی سواری سے نہیں اترے تھے تو حضرت ابو موسی اشعریؓ نے آپؓ کو بتایا کہ ایک یہودی اسلام قبول کرنے کے بعد اسلام سے منحرف ہو گیا ہے۔ یہ سن کر آپؓ نے فرمایا: میں اس وقت تک اپنی سواری سے نہیں اتروں گا جب تک اسے قتل نہ کر دیا جائے۔ پھر اسے قتل کر دیا گیا۔

ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے آپ کی آمد سے دو ماہ قبل اس یہودی کو اس جرم میں پکڑا تھا۔ لیکن آپ کے فیصلے سے اسے قتل کر دیا گیا۔ گویا یمن پہنچنے پر حضرت معاذ بن جبلؓ کا یہ پہلا فیصلہ تھا جسے کسی صورت میں بھی غلط نہیں کہا جا سکتا۔ (۲۹)

خلفاء راشدین اور حضرت معاذ بن جبلؓ کے ان فیصلوں پر کبھی کسی صحابی نے یہ نہیں کیا کہ انہوں نے غلط سزا دی یا مرتد کی یہ سزا اسلام کے خلاف ہے۔ ان فیصلوں پر صحابہ کرامؓ کی خاموشی مرتد کی سزا قتل ہونے پر اجماع ثابت کرتی ہے۔ اس بنا پر ابن قدامہ مقدسی نے المغنی ج ۸، ص ۱۲۶ پر لکھا ہے کہ مرتد کی سزا قتل ہونے پر صحابہ کرامؓ اور فقہاء امت کا اجماع ہے۔

مرتد، زندیق اور سباب میں فرق

مرتد: اسلام میں مرتد سے مراد وہ شخص ہے جو صراحتاً اور ارادۃً قولاً، عملاً یا اعتقاداً کفر اختیار کرے۔

زندیق: امام شوکانی فرماتے ہیں کہ زندیق کا لفظ فارسی سے معرب ہے۔ اس کی اصل ہے زندہ کرو (زندہ الحیاۃ و کرد العمل) امام نووی فرماتے ہیں کہ زندیق اس شخص کو کہا جاتا ہے جس کا دین واضح نہ ہو یعنی منافق ہی کا دوسرا نام زندیق ہے۔ علامہ ابن نجیم نے لکھا ہے کہ زندیق سے مراد وہ شخص ہے جو ظاہری طور پر مسلمان ہونے کے علاوہ شعائر اسلامی کا استہزاء اور ان کی خلاف ورزی کرتا ہو۔ (۳۰)

سباب: سباب کا لفظ سب سے ہے جس کا معنی ہے گالی دینے والا۔ اصطلاح میں سباب سے مراد وہ شخص ہے جو اللہ تعالی، انبیاء کرام اور فرشتوں کو گالی دے اگر ایسا شخص مسلمان ہے تو بالاتفاق

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قتل کر دیا جائے گا۔

اقسام ارتداد

فقہاء کرام نے ارتداد کی مندرجہ ذیل تین قسمیں بیان کی ہیں :

۱۔ عملاً ارتداد ۲۔ قولاً ارتداد ۳۔ اعتقادی ارتداد

عملاً ارتداد : عملاً ارتداد سے مراد کسی مسلمان کا ان اعمال وافعال کا ارتکاب کرنا ہے جنہیں شریعت اسلامیہ نے حرام قرار دیا ہو یا ان کے متعلق یہ خیال کرنا کہ وہ حلال ہیں یا ان افعال کے ارتکاب سے مقصود دینی احکام کا مذاق اڑانا یا اپنے دل میں موجود دین سے عناد کا اعلانیہ اظہار کرنا ہو جیسے غیر اللہ کو سجدہ کرنا خواہ وہ بت ہوں یا انسان یا قرآن وحدیث کی توہین کرنا یا محرمات الٰہی کا سر عام ارتکاب کرنا یا ارادۃً خنزیر کا گوشت کھانا۔ اسے حلال قرار دینا یا ارکان اسلام کا انکار کرنا وغیرہ۔

اگر کوئی مسلمان لاعلمی میں کسی ایسے فعل کا مرتکب ہو تو اس کی فوراً تکفیر نہیں کی جائے گی البتہ اس سے استفسار کیا جائے گا یا اسے آئندہ نہ کرنے کو کہا جائے گا۔ اگر پھر بھی وہ کسی ایسے فعل کو کرے تو اسے مرتد قرار دے دیا جائے گا۔

قولاً ارتداد : قولاً ارتداد سے مراد یہ ہے کہ کوئی عاقل بالغ مسلمان کلمہ کفر کہنے کے بعد وہ اس پر اصرار کرے جیسے ربوبیت الٰہی کا قولاً انکار کرنا' رسول اکرم ﷺ کی رسالت کا انکار کرنا' جھوٹے مدعیان نبوت جیسے مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی وغیرہ کو اللہ تعالیٰ کا نبی تسلیم کرنا یا ان انبیاء میں سے کسی ایک نبی کی نبوت کا انکار کرنا جس کا ذکر قرآن مجید میں بطور نبی کے ہوا ہے۔ قرآن مجید کا کلام الٰہی ہونے سے انکار کرنا' وجود ملائکہ یا ان ملائکہ کا انکار کرنا جن کا ذکر قرآن مجید میں ہوا ہے' قرآن مجید میں تحریف کا قائل ہونا' اسلام کے بنیادی عقائد میں سے کسی ایک عقیدہ کا انکار کرنا' اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کا مذاق اڑانا یا کسی شخص کا ان صفات الٰہی کو جو خاصہ خدا نہیں ہیں جیسے علم، حکمت اور بصارت وغیرہ اس طرح تسلیم کرنا کہ وہ اس شخص کی ذاتی صفات ہیں یا اتنی صفات ہیں جتنی اللہ تعالیٰ کی ہیں یا حضور اکرم ﷺ کی ارادۃً وصراحتاً گستاخی کرنا وغیرہ۔ یہ تمام باتیں ایک مسلمان کو قولی ارتداد تک پہنچا دیتی ہیں۔ اگر کوئی مسلمان ان کلمات میں سے کوئی کلمہ یا اس طرح کا کوئی اور کلمہ کہے تو اس کی مکمل تحقیق کرنا ضروری ہے۔ اس لئے کہ ممکن ہے کہ ان کلمات کے کہنے میں قائل کا ارادہ نہ ہو اور وہ ان الفاظ سے برائت کا اظہار کر دے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس ضمن میں فقہاء کا ایک اصول یہ بھی ہے کہ اگر کسی قول یا مسئلہ میں متعدد ایسے مفہوم ہوں جن سے کفر یا ارتداد لازم آتا ہو لیکن ان میں ایک مفہوم ایسا بھی ہو جو تکفیر یا ارتداد کے خلاف ہو تو اس کے قائل کو کافر یا مرتد نہیں کہنا چاہیے بلکہ مسلمان کے متعلق حسن ظن رکھنا چاہیے۔(۳۱)

اگر کسی مسلم نے اسلام کا مذاق اڑانے کے لیے عمداً کلمہ کفر کہا تو وہ ارتداد قولی کا مرتکب کہلائے گا۔

امام کاسانیؒ فرماتے ہیں کہ ایمان کے بعد کلمہ کفر کا زبان پر جاری کرنا ارتداد کا رکن ہے(۳۲) قولی ارتداد کی دلیل قرآن مجید کی یہ آیت کریمہ ہے:

"ولئن سالتھم لیقولن انماکنانخوض ونلعب قل اباللّٰہوایاتہ ورسولہ کنتم تستھزؤن O ولا تعتذروا قد کفرتم بعد ایمانکم"(۳۳)

(اے پیارے نبی) اگر ان (منافقین) سے پوچھیں کہ تم کیا باتیں کر رہے تھے تو وہ کہہ دیں گے کہ ہم تو ہنسی مذاق اور دل لگی کر رہے تھے۔ ان سے کہہ دیجئے کہ تمہاری ہنسی، دل لگی اللہ اور اس کی آیات اور اس کے رسول ہی کے ساتھ تھی۔ اب عذر پیش نہ کرو۔ تم نے ایمان لانے کے بعد کفر کیا ہے۔

اعتقادی ارتداد: اعتقادی ارتداد سے مراد یہ ہے کہ کوئی مسلمان ان عقائد کو دل و زبان سے تسلیم کرتا ہو جو اسلام کے بنیادی عقائد کے منافی ہو جیسے قرآن مجید کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ نہیں ہے خواہ یہ انکار ایک لفظ کا ہی کیوں نہ ہو۔ اسی طرح ان اقوال و افعال میں سے جن کا پہلے ذکر کیا گیا ہے کسی کو دل سے تسلیم کرنا اعتقادی ارتداد کہلائے گا۔ اعتقادی ارتداد کے لیے ضروری ہے کہ معتقد ان اعتقادات کا قولاً یا عمداً اظہار بھی کرے کیونکہ صرف اعتقاد رکھنے سے کسی شخص کا شرعی محاسبہ نہیں کیا جا سکتا۔(۳۴)

ارتداد کی ان اقسام سے متعلق ایک اہم بات یہ ہے کہ کسی مسلمان کا صرف وہی قول، عمل اور اعتقاد ارتداد تک پہنچائے گا جو قطعی الثبوت اور قطعی الدلالت سے متعلق ہو۔ کیونکہ اصول فقہ میں مکلّف افراد کے افعال کے مدارج ادلہ سمعیہ سے طے ہوتے ہیں۔ ادلہ سمعیہ سے مراد وہ دلائل ہیں جن سے افعال شرعیہ کے شرعی مدارج کا تعین ہوتا ہے اور وہ یہ ہیں:

۱۔ قطعی الثبوت و قطعی الدلالت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

Definitly reliable and definitly Valid

۲۔ قطعی الثبوت و ظنی الدلالت

Definitly reliable and Probabuy Valid

۳۔ ظنی الثبوت و قطعی الدلالت

Probabuy reliable and definitly Valid

۴۔ ظنی الثبوت و ظنی الدلالت

Probabuy reliable and Probabuy Valid

قطعی الثبوت اور قطعی الدلالت سے مراد وہ حکم ہے جو قرآن پاک اور احادیث متواترہ سے ثابت ہو اور اس کے مفہوم میں کسی قسم کی تاویل کا احتمال نہ ہو۔ جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے :

"اقیموا الصلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ"(۳۵) (نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو)

اس کے علاوہ وہ احادیث جن سے رکعات نماز اور زکوٰۃ کے نصاب کا ذکر ہے وہ بھی قطعی الثبوت اور قطعی الدلالت ہیں۔

قطعی الثبوت و ظنی الدلالت سے مراد وہ حکم ہے جو ثبوت کے اعتبار سے قطعی ہو لیکن مفہوم کے لحاظ سے ظنی ہو یعنی اس میں تاویل کی گنجائش ہو جیسے سورۃ نساء میں ہے :

"یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین"(۳۶)

(اللہ تعالیٰ تمہاری اولاد کے بارے تمہیں حکم دیتا ہے کہ (میراث میں) مرد کا حصہ دو عورتوں کے برابر ہے)

یہ حکم دلیل کے اعتبار سے تو قطعی ہے لیکن مفہوم قطعی نہیں بلکہ اس میں تاویل کی گنجائش ہے اور وہ تاویل یہ ہے کہ ہر اولاد کو وراثت نہیں ملتی جیسے جو بچہ باپ کا قاتل ہو یا مرتد ہو جائے وہ وراثت سے محروم ہو جاتا ہے۔

ظنی الثبوت و قطعی الدلالت سے مراد وہ حکم ہے جس کا ثبوت حدیث متواترہ کے علاوہ کسی بھی درجہ کی حدیث سے ثابت ہو جیسے مشہور، غریب اور خبر واحد وغیرہ لیکن مفہوم کے لحاظ سے قطعی ہو یعنی مفہوم میں کسی تاویل و تعبیر کی گنجائش نہ ہو جیسے رسول اکرم ﷺ نے فرمایا :

"الراشی والمرتشی کلاھما فی النار"(۳۷)

(رشوت دینے والا اور لینے والا دونوں جہنم میں جائیں گے)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس حدیث کے مفہوم میں کسی تاویل کی گنجائش نہیں لیکن ثبوت اس کا خبر واحد سے ہے۔

ایک اور حدیث مبارکہ ہے :

"من غش فلیس منا" (۳۸) (جس نے ملاوٹ کی وہ ہم میں سے نہیں ہے)

اس حدیث میں ملاوٹ کا گناہ ہونا ظنی دلیل سے ثابت ہے لیکن مفہوم قطعی ہے۔ ظن الثبوت و ظنی الدلالت سے مراد وہ حکم ہے جس کا ثبوت بھی خبر واحد سے ہو اور مفہوم میں بھی تعبیر و تاویل کی گنجائش ہو جیسے آپ ﷺ نے فرمایا :

"لادین لمن لا عھدلہ" (۳۹) (اس مسلمان کا دین نہیں جو وعدہ پورا نہ کرے)

اس حدیث کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ جو مسلمان عہد پورا نہ کرے تو وہ مرتد ہو جائے گا بلکہ اس کا مفہوم یہ ہو گا کہ اس شخص کا دین کامل نہیں ہو گا جو وعدہ کی پاسداری نہ کرے۔ (۴۰)

ان ادلہ کے بارے علماء فرماتے ہیں کہ ان تمام اقسام کا حکم ایک جیسا نہیں، کفر و ارتداد صرف ان احکام کے انکار سے عائد ہوتا ہے جو قطعی الثبوت اور قطعی الدلالت ہوں۔ (۴۱)

ابن قدامہ مقدسی (م ۶۲۰ھ) فرماتے ہیں کہ محکم آیات قرآنیہ (جن کے مفہوم میں تاویل کی کوئی گنجائش نہ ہو) سے ثابت ہونے والے احکامات کا انکار کفر ہوتا ہے جیسے اقامت صلوٰۃ، ادائیگی زکوٰۃ، اور حرمت زنا وغیرہ۔ اس طرح کسی شرعی عذر کے بغیر قتل انسان کو جائز و حلال جاننا بھی کفر ہے لیکن اگر قتل انسانی کے جواز کی بنیاد کوئی قرآنی تاویل ہو تو بھی اس نظریہ کے حامل افراد کو کافر نہیں کہیں گے جیسے خوارج کے متعلق فقہاء کا یہ نظریہ ہے کہ وہ کافر نہیں ہیں حالانکہ انہوں نے اکثر صحابہ کرامؓ کے خون کو اس لئے حلال سمجھا کہ انہوں نے قرآن مجید کے اس حکم کی نافرمانی کی ہے۔

"ان الحکم الا للّٰہ" (۴۲) (حاکمیت صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے)

لیکن انہوں نے اپنے معاملات کے فیصلے کے لیے حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ اور حضرت عمرو بن العاصؓ کو اپنا حکم (فیصلہ کرنے والا) تسلیم کر لیا۔

اسی نظریہ کے پیش نظر انہوں نے حضرت علیؓ، حضرت امیر معاویہؓ اور حضرت عمرو بن العاصؓ کو قتل کرنے کی سازش کی جس میں حضرت علیؓ کو شہید کرنے میں وہ کامیاب ہوئے۔ خوارج کی تاویل اگرچہ فاسد تھی لیکن وہ لوگ اس نظریہ پر تاحیات قائم رہے۔

اسی طرح حضرت قدامہ بن مظعونؓ اور حضرت ابو جندلؓ کے ساتھ ایک جماعت نے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

شراب کو حلال سمجھ کر پی لیا اور اس آیت کو دلیل بنایا۔

"لیس علی الذین امنوا وعملوا الصلحت جناح فیما طعموا" (۴۳)

یعنی وہ لوگ جو ایمان لائے انہوں نے نیک عمل کیے وہ جو کچھ بھی کھائیں انہیں کوئی گناہ نہیں ہوگا۔ حضرت عمر فاروقؓ نے ان تمام لوگوں پر حد خمر جاری کی لیکن انہیں کافر قرار نہیں دیا (۴۴)

اس ضمن میں جسٹس ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن نے یہ لکھا ہے:

"قرآن مجید کی کسی تفسیر و تاویل کا انکار کرنا یا اس تفسیر و تاویل کا انکار کرنا کفر نہ ہوگا بشرطیکہ وہ تفسیر و تاویل ضروریات دین میں سے نہ ہو کیونکہ تفسیر و تاویل ایک اجتہادی اور بشری فعل ہے جس میں غلطی کا امکان ہے البتہ قرآن مجید کی نص صریح سے جس شے کی حلت یا حرمت ثابت ہو رہی ہو اس کے متعلق خلاف مدلل نص کا قائل ہونا بھی کفر و ارتداد ہے جیسے نماز کی فرضیت کا انکار کفر ہے۔ ان احکام میں سے کسی حکم کا جو حدیث متواتر سے اجماعاً ثابت ہیں ان کا انکار کرنا بھی کفر ہوگا۔۔۔ لیکن اگر کوئی حکم یا اس کی فرع حدیث متواتر سے اجماعاً ثابت نہ ہو بلکہ اس پر صرف اجماع ہو تو اس کا انکار کرنے والا بھی کافر نہیں ہوگا کیونکہ اس کا انکار حدیث متواتر کا انکار نہیں ہوگا بلکہ ایک جزوی مجمع علیہ (جس پر اجماع ہوا ہو) کا انکار ہوگا اور محض ایک مجمع علیہ کے مسئلے کا انکار کفر نہیں ہے۔ (۴۵)

اقسام ارتداد: قولی، فعلی اور اعتقادی اقسام ارتداد کے علاوہ بھی فقہائے کرام ارتداد کی چند اقسام کا ذکر کیا ہے۔ وہ یہ ہیں:

i۔ **ارتداد حقیقی**: اس سے مراد وہ ارتداد ہے جس میں کوئی مسلم مذکورہ بالا اقسام میں سے کسی ایک قسم ارتداد کا مرتکب ہو، اس کی سزا قتل ہے۔

ii۔ **ارتداد حکمی**: کوئی بچہ مسلمان پیدا ہو لیکن وہ اپنے والدین کے مرتد ہونے کے باعث وہ بھی مرتد ہو جائے جیسے مرتد والدین حالت اسلام میں پیدا ہونے والے بچے کو ساتھ لے کر دشمن (کافر) ملک چلے جائیں۔ وہ بچہ ان کی تبعیت میں پہلے تو مسلمان تھا لیکن بحالت کفر بالغ ہوا۔ یہ حکمی ارتداد کہلاتا ہے۔ ایسے مرتد کی سزا قتل نہیں ہے۔ (۴۶)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

iii۔ **جزوی ارتداد** : جزوی ارتداد سے مراد یہ ہے کہ کوئی مسلمان اسلام کے بنیادی عقائد میں سے کسی ایک یا چند عقائد کا انکار کرے بشرطیکہ تاویلی انکار نہ ہو۔

iv۔ **کلی ارتداد** : کلی ارتداد سے مراد تمام دین اسلام کا انکار کرنا ہے۔ جزوی اور کلی ارتداد کا حکم ایک جیسا ہوتا ہے۔

v۔ **ارتداد محض** : ارتداد محض سے مراد وہ ارتداد جس میں مرتد ارتداد کے بعد پرامن زندگی بسر کرے' اسلامی ریاست میں کسی فساد کا باعث نہ ہو۔ ایسا ارتداد کرنے والے کو مرتد محض کہتے ہیں۔

vi۔ **محاربانہ ارتداد** : وہ ارتداد جس میں مرتد ارتداد کے بعد اسلامی حکومت سے بغاوت اور غداری کا مرتکب ہو۔ ایسے ارتداد کے مرتکب کو مرتد محارب کہتے ہیں۔

vii۔ **تشریعی ارتداد** : اس سے مراد وہ ارتداد ہے جس میں کسی شخص کو یا جماعت کو ان چند نظریات پر کافر اور مرتد قرار دیا جائے جنہیں علماء کی اکثریت یا ایک جماعت حق پر مبنی نہ سمجھے لیکن وہ شخص یا جماعت ان نظریات کا اثبات قرآنی آیات اور احادیث رسول ﷺ سے کرتی ہو۔ ان چند نظریات کے علاوہ اس کے باقی تمام عقائد و اعمال درست سمجھے جاتے ہوں۔ اس کا حکم حقیقی ارتداد جیسا نہیں ہوتا۔

viii۔ **ارتداد صغریٰ** : ترک فرائض اور ارتکاب حرام پر اصرار کرنے کو ارتداد صغریٰ کہا جاتا ہے۔

ix۔ **ارتداد کبریٰ** : فرائض اور محرمات کو عقیدۃً تسلیم نہ کرنا ارتداد کبریٰ کہلاتا ہے۔

شرائط ارتداد

شرعی ارتداد کی تکمیل کے لیے درج ذیل شرائط کا پایا جانا ضروری ہے :

۱۔ عقل ۲۔ بلوغ ۳۔ اختیار ۴۔ اسلام

عقل : مرتد شخص کے لیے بنیادی شرط یہ ہے کہ وہ عاقل ہو۔ پاگل اور غیر عاقل بچے کے ارتداد کی عدم صحت پر تمام آئمہ فقہاء کا اجماع ہے۔ اس لئے کہ عقل اسلامی اعتقادات و احکام میں بنیادی اہلیت ہے۔ سنن نسائی اور مسند احمد میں حدیث مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا :

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"رفع القلم عن ثلاث عن النائم حتی یستیقظ وعن الصغیرحتی یکبروعن المجنون حق یعقل او یفیق"(۴۷)

(تین قسم کے لوگ شرعاً قابل مواخذہ رمکلّف نہیں۔ نا سمجھ یہاں تک کہ بالغ نہ ہو جائے' سونے والا شخص جب تک بیدار نہ ہو جائے اور پاگل جب تک وہ صحیح الدماغ نہ ہو جائے)

مجنون اگر حالت جنون میں کفریہ فعل کا مرتکب ہو تو اسے مسلمان ہی تصور کیا جائے گا اور اس کے قاتل پر قصاص لازم ہو گا کیونکہ مجنون کا حالت جنون میں کوئی قول یا فعل قابل مواخذہ نہیں ہو تا۔ اگر حالت افاقہ میں کفریہ حرکت کی تو اس کا ارتداد درست تسلیم ہو گا۔ اگر کفریہ قول یا فعل کے فوراً بعد جنون طاری ہو گیا تو بھی حالت افاقہ تک انتظار کرنا ہو گا تاکہ افاقہ میں تحقیق کرنے کے بعد حکم نافذ کیا جا سکے۔ امام ابو حنیفہؒ اور امام مالکؒ کا یہی مسلک ہے۔

امام شافعیؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک ایک شہادت اور اس اقرار سے جس سے سزا کا اثبات ہو تا ہو کی بنا پر حالت جنون میں بھی سزا کی تنفیذ ہو سکتی ہے۔ لہذا حالت افاقہ میں کفریہ اقدام کرنے کے بعد مجنون ہو گیا تو حالت جنون میں اس پر سزا کا نفاذ ہو گا جبکہ امام مالکؒ کے نزدیک افاقہ پانے تک سزا موقوف ہو گی۔ افاقہ سے نا امیدی کی صورت میں سزا ساقط ہو جائے گی۔ (۴۸)

امام کاسانیؒ فرماتے ہیں کہ ایسا شخص جو کبھی مجنون ہو اور کبھی عاقل تو اس شخص کا حالت جنون میں ارتداد درست نہیں ہو گا البتہ حالت افاقہ کا ارتداد مؤثر ہو گا۔ مجنون کی طرح نشے میں مدہوش شخص کا بھی ارتداد قابل مواخذہ نہیں ہو تا۔ سکر یا مدہوشی سے مراد انسان کی وہ کیفیت ہے جس میں اس کی عقل درست نہ ہو اور ہذیان بکنا شروع کر دے۔

احناف کے نزدیک سکر میں ارتداد استحساناً درست نہیں ہو تا کیونکہ اعتقاد کا تعین ارادے کے ساتھ ہو تا ہے اور اس کیفیت میں ارادہ شامل نہیں ہو تا۔ امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک نشہ کی حالت میں بھی ردت درست ہو گی جیسے طلاق اور دیگر تصرفات درست ہوتے ہیں البتہ مرتد کو اس کیفیت میں قتل نہیں کیا جائے گا یہاں تک کہ صحت عقل کے بعد ردت کا اقرار نہ کرے۔

جنون اور سکر کے علاوہ بے ہوشی کے عالم میں زبان پر کفریہ کلمات لانے والا شخص مرتد نہیں کہلائے گا خواہ یہ بے ہوشی کسی دوا کھانے کی وجہ سے ہو یا نیند کی وجہ سے۔ امام مالکؒ' امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کی مرجوح رائے بھی یہی ہے۔ (۴۹)

<u>بلوغ</u>: ارتداد کے شرعاً مؤثر ہونے کے لیے دوسری شرط بلوغت ہے۔ بلوغت سے پہلی عمر کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بچوں کو فقہاء نے دو قسموں میں تقسیم کیا ہے:

۱۔ صبی یعنی نا سمجھ بچہ ۲۔ سمجھدار بچہ

۱۔ صبی سے مراد وہ بچہ ہے جس کی عمر ۱۰ سال سے کم ہو نیز وہ توحید و رسالت کے مفہوم کو نہ سمجھتا ہو۔

۲۔ سمجھدار بچے سے مراد وہ بچہ ہے جس کی عمر دس سال یا اس سے زائد ہو۔ نیز توحید اور رسالت کے مفہوم کو سمجھتا ہو۔ دس سال عمر کی شرط اس لئے عائد کی گئی کہ ایک حدیث میں رسول اکرم ﷺ نے والدین کو دس سال کی عمر کے بچے کو سختی سے نماز پڑھانے کا حکم فرمایا ہے۔

طرفین (امام ابو حنیفہؒ و امام محمدؒ) کے نزدیک ارتداد کے لیے بلوغت شرط نہیں ہے جیسے سمجھدار بچے کا اسلام معتبر قرار پاتا ہے۔ ایسے ہی اس کا ارتداد بھی مؤثر ہوگا جبکہ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک نابالغ بچے کا شرعاً مکلّف نہ ہونے پر ارتداد درست نہیں اگرچہ وہ صبی ہو یا سمجھدار۔ اس لئے بچے کے نقصان دہ تصرفات اس کے حق میں کالعدم متصور ہوتے ہیں۔ جیسے بچے کا اپنی بیوی کو طلاق دینا یا کسی کو کوئی چیز ھبہ کرنا جبکہ فائدہ مند تصرفات مؤثر ہوتے ہیں۔ ارتداد نقصان دہ عمل ہے اور ایمان فائدہ مند عمل۔ لہٰذا ایمان مؤثر اور ارتداد غیر مؤثر ہوگا۔

امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک مرتد نابالغ بچے کو قید میں رکھا جائے گا یا جبری طور پر اسلام میں رہنے کو کہا جائے گا البتہ بلوغت کے بعد اگر وہ ردت پر قائم رہا تو اسے قتل کر دیا جائے گا۔

امام احمدؒ کی ایک رائے طرفین کے مطابق اور دوسری رائے امام ابو یوسفؒ کے مطابق منقول ہے۔(۵۰)

امام شافعیؒ کے نزدیک بلوغت سے قبل بچے کا اسلام اور ارتداد دونوں غیر مؤثر ہوتے ہیں ان کی دلیل "رفع القلم" والی حدیث ہے جو پہلے ذکر کی جا چکی ہے۔ ان کے نزدیک مسلمانوں کے بچے تبعی مسلمان متصور ہوتے ہیں۔ حقیقی مسلمان نہیں۔ بعض شوافع کے ہاں بچوں کا اسلام قابل قبول ہوتا ہے۔ ارتداد نہیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر بچہ اسلام کی فطرت پر پیدا ہوتا ہے۔ نیز آپ ﷺ نے فرمایا:

"من قال لا اله الا اللّٰہ او جب اللّٰہ عزوجل له الجنة"(۵۱)

(جس کسی نے توحید (ورسالت) کا اقرار کیا اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے جنت لازم کر دی)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

من حرف عام ہے جو ہر عمر کے انسان کے لیے استعمال ہوتا ہے۔(۵۲)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بچپن میں ہی یہ فرمایا تھا :

"انی عبداللہ اتنی الکتاب وجعلنی نبیاً"(۵۳)

(بے شک میں اللہ کا بندہ ہوں اس نے مجھے کتاب (انجیل) دی اور مجھے نبی بنایا)

بہر حال آئمہ فقہاء کے درمیان یہ اختلاف ارتداد کے محض مؤثر ہونے کے وقت پر ہے لیکن اس بات پر سب متفق ہیں کہ مرتد بچے کو ارتداد کی سزا میں بلوغت کے بعد ہی قتل کیا جائے گا۔

لہذا ارتداد کے باقاعدہ ہونے کے لیے مرتد کا بالغ ہونا ضروری ہے۔ حدود آرڈیننس مجریہ ۱۹۸۰ء میں بالغ سے مراد وہ شخص لیا گیا ہے جو اٹھارہ سال کی عمر کو پہنچ چکا ہو یا بلوغت کو پہنچ چکا ہو۔ یعنی اگر لڑکا ہے تو مردانہ علامت اگر لڑکی ہے تو نسوانی علامات ظاہر ہو چکی ہوں۔

اختیار :اسلام میں ارتداد مؤثر ہونے کے لیے تیسری شرط اختیار ہے۔ اختیار سے مراد یہ ہے کہ مجرم نے ارتداد اپنی رضا اور غبت سے کیا ہو کیونکہ اگر مسلمان نے مجبوراً ارتداد کیا ہو اور اس کا دل ایمان پر مطمئن ہو تو وہ استحساناً درست نہیں ہوگا۔ اس بات پر تمام مسالک متفق ہیں۔ اس کی دلیل قرآن مجید کی یہ آیت ہے :

"من کفرباللہ من بعدایمانه الامن اکرہ وقلبه مطمئن بالایمان ولکن من شرح بالکفرصدراًفعلیھم غضب من اللہ ولھم عذاب عظیم"(۵۴)

(جس شخص نے اللہ پر ایمان لانے کے بعد کفر اختیار کیا مگر وہ شخص جو مجبور کیا گیا ہو اور اس کا دل ایمان پر مطمئن ہو (اس کے لیے کوئی سزا نہیں) مگر جس نے دل کی رضامندی سے کفر قبول کر لیا ایسے لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہے اور ان کے لیے بہت بڑا عذاب ہے)

اس ضمن میں رسول اللہ ﷺ کا بھی ارشاد گرامی ہے :

"ان اللہ وضع عن امتی الخطاء والنسیان ومااستکرھوعلیه"(۵۵)

(میری امت کے لوگوں سے وہ امور معاف کر دیئے گئے جو بھول چوک سے سرزد ہوئے ہوں یا جس پر کسی کو مجبور کر دیا گیا ہو۔)

بہر حال جرم ارتداد کیلئے ضروری ہے کہ مجرم عمداً کلمہ کفر کہے یا عملاً کفر کا ارتکاب

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کرے۔ اگر کسی شخص نے نادانی میں کلمہ کفر کہہ دیا یا لاعلمی میں عمل کفر کا ارتکاب کیا تو وہ شرعاً مرتد نہیں ہو گا اسی طرح اگر کوئی شخص کسی کے کہے ہوئے کلمہ کفر کو نقل کرے اور خود اس کا معتقد نہ (اکثر اہل علم ایسا کلمہ کفر نقل کرنے سے قبل یہ الفاظ بولتے ہیں (نقل کفر کفر نہ باشد) تو وہ بھی مرتد نہیں ہو گا۔ اسی طرح اگر کسی شخص سے شدت غم یا کثرت فرحت میں بے ساختہ کوئی کلمہ کفر نکل گیا تو بھی وہ مرتد نہیں ٹھہرے گا۔ کلمہ کفر کہنے میں اختیار کے علاوہ ارادہ اور بدنیتی ہونا بھی ضروری ہے۔ (۵۶)

کتب فقہ میں جبر کے لیے اکراہ کی اصطلاح استعمال کی گئی ہے۔ امام کاسانیؒ فرماتے ہیں کہ اس اکراہ کی دو قسمیں ہیں:

۱۔ اکراہ تام ۲۔ اکراہ ناقص

اکراہ تام سے مراد وہ جبر ہے جس میں ایک انسان دوسرے کو قتل یا جسم کے کسی حصے کو قطع کرنے کی دھمکی دے۔ جب کہ اکراہ ناقص سے مراد وہ اکراہ ہے جس میں ضرب خفیف یا شدید مالی نقصان کی دھمکی دی گئی ہو۔

وہ ارتداد غیر مؤثر ہو گا جس میں اکراہ تام ہو۔ اکراہ ناقص ہو تو کلمہ کفر کا قائل حکماً مرتد قرار پائے گا اگر وہ کہے کہ اکراہ ناقص پر بھی میرا دل ایمان پر مطمئن تھا تو اس کی تصدیق نہیں کی جائے گی۔ (۵۷)

نفاذ حدود آرڈیننس مجریہ ۱۹۸۰ء میں اکراہ سے مراد کسی شخص کو اسے ضرر کے خطرے اس کی یا کسی اور شخص کی جائیداد یا عزت کو نقصان پہنچانے کا خطرہ لیا گیا ہے۔

اسلام: کسی شخص کو مرتد قرار دینے کے لیے چوتھی شرط یہ ہے کہ ارتداد سے قبل وہ شخص مسلمان ہو۔ فقہاء کے نزدیک مسلمان تین طرح کے ہوتے ہیں:

۱۔ ظاہری مسلمان: ظاہری مسلمان سے مراد وہ شخص ہے جو اپنے قول سے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی شہادت دے یعنی خود کو مسلمان کہے اور مسلمانوں کے ساتھ مل کر نماز پڑھے اور مسلمانوں کو السلام علیکم کہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

"ولا تقولوا لمن القی الیکم السلام لست مؤمنا" (۵۸)

(اے ایمان والو) تم اس شخص کو غیر مسلم نہ کہو جو تمہیں سلام کہے)

اس ضمن میں مسند احمد میں ایک روایت ہے کہ چند صحابہ نے ایک آدمی کو پکڑ کر رسول

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا (صحابہ کرامؓ کو اس کے ایمان پر شک تھا) تو اس نے عرض کی :

"یا محمد انی مسلم" یعنی اے محمد ﷺ بے شک میں مسلمان ہوں

تو آپ ﷺ نے فرمایا جو کچھ تو نے کہا تو اس کا مالک ہے اگر تو درست ہے تو تم ہر طرح کی فلاح پاؤ گے۔ (۵۹)

ایک حدیث میں آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ جس نے ہمارے جنازے میں شرکت کی اور ہمارے قبلے کی طرف منہ کر کے نماز ادا کی اور ہمارا ذبیحہ کھایا تو اس کے مومن ہونے کی گواہی دو۔ (۶۰)

فقہاء نے مسلمان قرار دیے جانے کیلئے مسلمانوں کے ساتھ نماز پڑھنے کی شرط اس لئے لازم رکھی کہ باقی عبادات (صدقات، روزہ، حج اور نماز) کفار اور اہل کتاب بھی بجالاتے تھے لیکن وہ مسلمانوں کے ساتھ نماز نہیں ادا کرتے تھے۔

ii۔ **حکمی یا تبعی مسلمان**: وہ شخص جو مسلمانوں کے گھر پیدا ہوا اسی لحاظ سے اسے مسلمان تسلیم کیا جائے گا اگرچہ اس کی زبان سے ظاہراً کسی نے کلمہ توحید کا اقرار نہ سنا ہو اور نہ ہی اسے مسلمانوں کے ساتھ نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہو۔ مسلمانوں کے بچے بلوغت سے قبل تبعی مسلمان ہوتے ہیں۔ اگر بلوغت کے بعد کسی بچے کی مذکورہ کیفیت ہو تو وہ حکمی مسلمان کہلائے گا۔ (۶۱)

iii۔ **حقیقی مسلمان**: حقیقی مسلمان وہ ہوتا ہے جو قرآن مجید اور احادیث رسول ﷺ کے مطابق اسلام کے تمام بنیادی ارکان پر اعتقاد رکھتا ہو۔ واضح حلال کو حلال اور واضح محرمات کو حرام جانتا ہو اور ان پر عمل بھی کرتا ہو۔ ان تین کیفیتوں کے پیش نظر قرون اولیٰ سے لے کر آج تک مسلمان کی جو بنیادی تعریف کی گئی ہے اس کے متعلق جسٹس امیر علی نے لکھا ہے :

تمام اسلامی کتب اس پر متفق ہیں کہ اگر ایک شخص اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر یقین رکھتا ہو اور محمد ﷺ کو اس کا نبی مانتا ہو اور خود کو مسلمان کہتا ہو تو وہ مسلمان کہلائے گا۔ (۶۲)

اس تعریف کی بنیاد رسول اکرم ﷺ کی یہ احادیث ہیں :

i۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے جنگ کروں یہاں تک کہ وہ لوگ اس بات کی شہادت دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں اور وہ نماز قائم کریں، زکوٰۃ دیں۔ پس جب وہ ایسا کریں تب انہوں نے اپنا خون اور اپنا مال مجھ سے بچا لیا۔ اسلام کے حق کے سوا۔ (یعنی جن افعال کے کرنے کی سزا شریعت اسلامیہ میں قتل ہے ان کے ارتکاب پر انہیں قتل کیا جائے گا) اور ان کا حساب اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے۔ (۶۳)

ii۔ ایک بار ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سفر میں تھا۔ دوران سفر اس نے دو اشخاص

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کو قتل کرنے کی اجازت چاہی تو آپ ﷺ نے اس سے پوچھا کیا وہ لاالہ الا اللہ کا اقرار کرتے ہیں اس نے عرض کی ہاں یارسول اللہ ﷺ لیکن ان کی شہادت معتبر نہیں۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کیا وہ نماز پڑھتے ہیں تو اس نے عرض کی ہاں یارسول اللہ ﷺ لیکن ان کی نماز کی کوئی حیثیت نہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا:

"اولئک الذین نهانی عن قتلهم" (۶۴)

(مجھے ان کے قتل سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے یعنی ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے)

iii۔ ایک شخص نے ایک جنگ میں ان دو آدمیوں کو قتل کردیا جنہوں نے قتل ہونے سے پہلے یہ کہا "انا مسلمان او قال اسلمنا" "ہم مسلم ہیں یا کہا ہم اسلام لے آئے ہیں۔ پھر وہ شخص حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگا۔ آپ اللہ تعالیٰ سے میرے اس جرم پر مغفرت طلب کیجئے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا ہم تو صرف اسلام پر جنگ کرتے ہیں۔ لہذا میں تیری بخشش کے لیے دعا نہیں مانگوں گا۔ جب وہ شخص مر گیا تو اس کے خاندان والوں نے اسے دفن کیا۔ دوسرے دن دیکھا تو اس کی نعش قبر سے باہر پڑی تھی۔ اس کے عزیز و اقارب نے اسے پھر دفن کیا اور قبر پر نگران بٹھا دیا لیکن پھر بھی قبر نے اسے باہر پھینک دیا۔ اسی طرح تیسری رات بھی ہوا۔ پھر اسے زمین پر ہی پڑا رہنے دیا (۶۵)

آئین پاکستان مجریہ ۱۹۷۳ء کی دفعہ ۲۶۰ (۳۔الف) میں ایک ترمیم مجریہ ۱۹۷۴ء کے بعد مسلم کی یہ تعریف کی گئی:

مسلم سے کوئی ایسا شخص مراد ہے جو وحدت و توحید قادر مطلق تبارک و تعالیٰ اور خاتم النبیین حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کی ختم نبوت پر مکمل اور غیر مشروط پر ایمان رکھتا ہو اور پیغمبر یا مذہبی مصلح کے طور پر کسی ایسے شخص پر نہ ایمان رکھتا ہو نہ اسے مانتا ہو جس نے حضرت محمد ﷺ کے بعد اس لفظ کے کسی بھی مفہوم یا کسی بھی تشریح کے لحاظ سے پیغمبر ہونے کا دعویٰ کیا ہو یا جو دعوی کرے۔

یہ وہ چار شرائط ہیں جن کا اس شخص میں پایا جانا ضروری ہے۔ جس نے ارتداد کیا ہو اور پھر عدالت اسے حکماً مرتد قرار دے۔

احکام ارتداد

کوئی مسلم کفر اختیار کرنے کے بعد جب عدالت کی طرف سے مرتد قرار دے دیا جائے تو اس ارتداد کے پیش نظر اس کی ذات، مال، اولاد اور معاشرتی زندگی پر مختلف احکام مرتب ہوتے ہیں۔ اس ضمن میں سب سے پہلے ذات سے متعلق احکام کو بیان کیا جاتا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مرتد کی ذات سے متعلق احکام

فقہاء کرام نے مرتد کی ذات سے متعلق ان دو احکام کا ذکر کیا ہے :

۱۔ اباحۃ الدم ۲۔ توبہ

اباحۃ الدم : اباحۃ الدم سے مراد یہ ہے کہ مذکورہ شرائط کے مطابق جو مسلمان اسلام کو چھوڑ کر کوئی اور دین اختیار کرے تو تمام صحابہ کرامؓ اور فقہاء عظامؒ کے نزدیک اجماعاً اس کا خون مباح ہو جاتا ہے اور اس کی سزا قتل ہے۔ اس کی بنیاد وہ آیات اور احادیث ہیں جو اس سے قبل بیان کی گئی ہیں۔

شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں کہ ارتداد کی سزا قتل مقرر کرنے کا مقصد دین کی ہتک کا دروازہ بند کرنا، اسلام کا اجتماعی نظام قائم رکھنا اور مرتد کے شر سے دوسرے مسلمانوں کو محفوظ رکھنا ہے (۶۶)

اثبات ارتداد : احناف کے ہاں ارتداد کا اثبات عدالت کے روبرو اقرار اور شہادت دونوں طریقوں سے ہوتا ہے لیکن شہادت کے لیے ضروری ہے کہ دو عادل مرد گواہی دیں۔ شوافع کے ہاں اس ضمن میں عدالت کے سامنے ایک مرد کی گواہی بھی کافی ہے اور ایک دوسری روایت میں دو گواہوں کا ہونا ضروری ہے۔ شہادت کے بعد حاکم کے لیے ضروری ہے کہ وہ متعلقہ شخص کو عدالت میں طلب کر کے گواہوں سے دوبارہ شہادت لے۔ اگر گواہوں نے فقط یہ کہا ہو کہ یہ شخص مرتد ہو گیا ہے یا اس نے کفر اختیار کر لیا ہے تو گواہوں کو اس بیان کی وضاحت کرنا ضروری ہو گا۔ اس وضاحت کے بعد اگر مدعا علیہ نے اس کا انکار کیا تو شہادت کی بنا پر ارتداد کا حکم جاری کر دیا جائے گا اور اس کا انکار قابل قبول نہیں ہو گا۔ البتہ اگر اس کے انکار کی بنیاد کسی ایسے قرینے پر ہو جسے انکار کی صداقت پر دلیل قرار دیا جا سکتا ہو تو پھر وضاحت کے بعد حلفیہ انکاری قول معتبر ہو گا۔ جیسے کوئی شخص کسی مسلمان سے کہے کہ نماز کا انکار کر دو اس لئے کہ قرآن مجید کی سورۃ نساء کی آیت نمبر ۴۳ میں ہے کہ اے ایمان والو نماز کے قریب نہ جاؤ۔ عدالت میں جب ایسے شخص پر یہ واضح کر دیا جائے کہ یہ حکم صرف نشے کی کیفیت کے ساتھ خاص ہے۔ اس وضاحت کے بعد وہ شخص نماز کی فرضیت کو تسلیم کر لے تو اس کا فرضیت نماز سے متعلق گزشتہ انکاری قول حلف کے ساتھ معتبر ہو گا اور ارتداد کا حکم عدالت واپس لے لے گی۔ (۶۷)

توبہ : توبہ سے مراد یہ ہے کہ اگر مرتد کا ارتداد اقرار یا شہادت سے ثابت ہو جائے تو احناف کے نزدیک مستحب اور دیگر آئمہ کے نزدیک واجب ہے کہ اسے جیل میں بند کر دیا جائے لیکن اس

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دوران اسے ہر قسم کی سزا دینے سے احتراز کیا جائے' اس کی ضروریات پوری کی جائیں۔ ساتھ ہی اسے توبہ کی دعوت دی جائے یا اس وجہ کفر کو دلائل سے دور کیا جائے جو کسی بھی علمی غلطی کی بناء پر پیدا ہوئی ہو اور اسے اس نے درست تسلیم کر لیا ہو۔ اس میں یہ حکمت مضمر ہے کہ اسلام کی آخری وقت تک یہ کوشش ہے کہ ایک مسلمان جو اسلام کی وجہ سے ابدی جہنم کی سزا سے بچ گیا ہے وہ مستقل طور پر اس آگ سے محفوظ رہے اور اس ارتداد سے بیزاری کا اعلان کر کے اسلام کی طرف تائب ہو جائے۔

مرتد کو توبہ کی دعوت دینے میں تمام آئمہ متفق ہیں۔ البتہ مدت کے تعین میں درج ذیل اختلافی نظریات ہیں :

۱۔ احناف کے ہاں ارتداد کا ثبوت فراہم ہو جانے کے بعد توبہ کی پیش کش کر کے غور کی مہلت دینی چاہیے جس کی مدت تین یوم ہے۔ اس ضمن میں احناف اپنی دلیل حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ کے اس عمل کو بناتے ہیں جسے امام شوکانیؒ نے نیل الاوطار میں اس طرح نقل کیا ہے :

ایک بار حضرت عمر فاروق ؓ کی خدمت میں مسلمانوں کے لشکر میں سے ایک شخص حاضر ہو کر عرض کرنے لگا کہ ایک آدمی نے اسلام قبول کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کا انکار کر دیا اور ہم نے اس کی گردن اڑا دی' آپؓ نے فرمایا تم نے اسے تین دن کی مہلت کیوں نہ دی ؟ ہر روز اسے کھانا دیتے اور اسے توبہ کرنے کو کہتے ممکن ہے وہ توبہ کر لیتا اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا۔ اس کے بعد آپؓ نے اللہ تعالیٰ سے عرض کی اے اللہ مجھے معاف کر میں ان میں موجود نہیں تھا اور نہ ہی میں نے اسے قتل کرنے کا حکم دیا۔ (۶۸)

حضرت علیؓ سے متعلق روایت یہ ہے کہ ایک بار آپؓ سے یہ کہا گیا کہ مسجد کے باہر ایک قوم ہے جو آپؓ کو اپنا رب گمان کرتی ہے۔ آپؓ نے انہیں بلوایا اور پوچھا تم کیا کہتے ہو تو انہوں نے کہا :

"انت ربنا' خالقنا و رازقنا" یعنی آپ ہمارے رب ہیں۔ خالق ہیں اور رازق ہیں۔

یہ سن کر آپؓ نے جواباً فرمایا : بے شک میں تمہاری طرح انسان ہوں۔ کھانا کھاتا ہوں جیسے تم کھاتے ہو' پانی پیتا ہوں جیسے تم پیتے ہو۔ میں اللہ کی اطاعت کر کے اس سے ثواب کی امید رکھتا ہوں اگر نافرمانی کروں تو اس کے عذاب سے ڈرتا ہوں تم اللہ سے ڈرو اور اپنے قول سے رجوع کرو لیکن انہوں نے انکار کیا۔ جب صبح ہوئی تو آپؓ کا غلام قنبر آیا اور اس نے آپؓ کو بتایا کہ انہوں نے اپنے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کلام سے رجوع نہیں کیا۔ پھر حضرت علیؓ نے قنبر سے کہا کہ دوسری بار ان سے یہ کہو کہ اگر تم نے رجوع نہ کیا تو میں تمہیں قتل کردوں گا لیکن پھر بھی انہوں نے انکار کیا۔ پھر آپؓ نے ایک گڑھا کھودنے کا حکم دیا جس میں لکڑیوں سے آگ جلائی گئی اور پھر ان سے کہا اب بھی توبہ کرلو ورنہ میں تمہیں اس آگ میں پھینک دوں گا لیکن انہوں نے انکار کیا پھر انہیں آگ میں جلا دیا گیا۔(۶۹)

حضرت علیؓ نے مرتد کو تین بار ترغیب دینے کی دلیل سورۃ نساء کی اس آیت کو قرار دیا:

"ان الذین امنواثم کفرواثم امنواثم کفروا ثم ازدادوکفراً"(۷۰)

(بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے پھر کافر ہوئے پھر ایمان لائے پھر کافر ہوئے پھر کفر میں بڑھتے گئے)

۲۔ امام مالکؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک بھی اثبات ارتداد کے بعد مجرم کو تین دن کی مہلت دینی چاہیے لیکن ان کی دلیل سورۃ ہود کی آیت نمبر ۶۵ ہے جس میں حضرت صالح علیہ السلام کی قوم کو ناقۃ اللہ کی ٹانگیں کاٹنے کے بعد تین دن کی مہلت کا ذکر ہے اور اس کے بعد ان پر عذاب الٰہی کا نزول ہوا۔

۳۔ بعض فقہاء دعوت توبہ تین بار دینے کے قائل ہیں۔ خواہ یہ دعوت ایک دن میں ہی دے دی جائے یا تین یوم میں دی جائے۔(۷۱)

۴۔ ابن قدامہؒ المغنی، ج ۸، ص ۱۲۵ میں فرماتے ہیں کہ تین دن کی مہلت اگر مستحب ہے تو اس مہلت میں اضافہ بھی کیا جاسکتا ہے۔ جیسے حضرت علیؓ کے متعلق روایت ہے کہ آپؓ مرتدین کو توبہ کے لیے ایک ماہ کی ملہت دیتے تھے۔ اسی طرح حضرت معاذ بن جبلؓ کی وہ روایت جس میں مرتد کو فوری قتل کرنے کا حکم ہے۔ اس طرح سے بھی مروی ہے کہ حضرت معاذؓ کے یمن پہنچنے سے دو ماہ قبل حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے اس یہودی کو توبہ کی مہلت دی پھر حضرت معاذؓ کے فیصلے سے قتل کا حکم دیا گیا۔ بہر حال یہ مہلت دینا حدیث سے ثابت نہیں۔

۵۔ قرون اولیٰ کے امام فقیہ عراق ابراھیم نخعیؒ (م ۹۵ھ) کا اس بارے یہ نظریہ ہے کہ مرتد کو توبہ کی مہلت تا حیات دینی چاہیے اور اسے کبھی قتل نہیں کرنا چاہیے۔(۷۲)

دعوت توبہ کے بعد اگر مرتد تائب ہو جائے تو اس سے اس طرح اسلام کی شہادت لینی چاہیے:

"اشھدان لاالہ الااللہ واشھدان محمدرسول اللہ"

اس شہادت کے بعد اس دین سے بیزاری کا اعلان کرے جو اس نے اسلام کو چھوڑ کر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اختیار کیا تھا۔ اگر وہ تائب ہو کر پھر مرتد ہو جائے تو دوسری مرتبہ بھی وہی حکم ہے جو پہلی بار ارتداد کا ہے یعنی توبہ کے بعد دو شہادتیں دے کر کفر سے بیزاری کا اعلان کرے۔

امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ اگر ایسی صورت تیسری بار پیش آئے تو امام اسے کوڑوں کی سزا دے اور قید میں رکھے تاوقتیکہ وہ خشوع سے توبہ نہ کرے (۷۳)

دعوت توبہ کی پیش کش کے لیے ایک شرط یہ ہے کہ مرتد محاربت سے قبل پکڑا جائے اگر دوران محاربت پکڑا جائے تو اسے توبہ کی پیش کش کئے بغیر قتل کر دیا جائے گا۔ اگر مرتد محاربت کے بعد پکڑا گیا لیکن تائب ہو گیا تو محاربت کی اسے سزا دی جائے گی۔ (۷۴)

دعوت توبہ کے باوجود اگر مرتد توبہ نہ کرے تو تین دن بعد اسے قتل کر دیا جائے گا ارتداد کے بعد جس دین کو اختیار کرے اس کے مطابق اس کی تدفین کی جائے گی۔ اس لئے کہ حضرت علیؓ نے فرمایا ہے کہ جو شخص جس قوم کی طرف رجوع کرے وہ انہیں میں سے ہوتا ہے۔

مرتد کو حاکم وقت یا اس کی طرف سے مقررہ آدمی ہی قتل کر سکتا ہے۔ حاکم کی اجازت کے بغیر اگر کسی اور نے کسی وجہ سے اسے قتل کر دیا تو قاتل کو نہ تو قصاص میں قتل کیا جائے گا اور نہ ہی اس کے قتل پر ضمان ہو گا۔ اس لئے کہ ارتداد سے اس کی جان کی عصمت زائل ہو چکی ہے۔ قاتل کو البتہ تعزیری سزا دی جائے گی۔ (۷۵)

اگر حاکم وقت مرتد ہو جائے تو اسے اس منصب سے معزول کر کے اس پر اقتدار سے ہمشہ کے لیے معزول کر کے اس پر ارتداد کا حکم لگا دیا جائے۔ اگر توبہ نہ کرے تو اسے قتل کر دیا جائے۔ اگر تائب ہونے کے بعد شر پھیلانے کی کوشش کرے تو قید با مشقت کی سزا دی جائے یہاں تک کہ صالح ہو جائے اور عام آدمی کی طرح زندگی بسر کرے۔ (۷۶)

اگر ارتداد کرنے والی کوئی خاتون ہو تو اس سے متعلقہ مسائل کا ذکر ایک الگ عنوان کے تحت کیا جائے گا۔

مال سے متعلق احکام

مرتد کے مال سے متعلق احکام تین طرح کے ہیں:

۱۔ مال کا حکم ۲۔ میراث کا حکم ۳۔ قرضوں کا حکم

مال کا حکم: تمام آئمہ اس بات پر متفق ہیں کہ مرتد اگر تائب ہو جائے تو اس کا تمام مال و جائیداد

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جس کا وہ ارتداد سے پہلے مالک تھا توبہ کے بعد بھی اس کی ملکیت میں رہے گا۔ اسی طرح مرتدہ عورت کے اموال پر بھی اس کی ملکیت قائم رہتی ہے۔

اگر مرتد ردت کے بعد اسلامی ریاست کو چھوڑ کر کسی دشمن ملک میں چلا جائے یا قتل کر دیا جائے تو اس کی ملکیت زائل ہو جائے گی۔ البتہ زوال ملکیت کے سبب میں آئمہ کا اختلاف ہے یعنی یہ زوال ملکیت ارتداد کی وجہ سے ہوئی یا قتل ہو جانے کی وجہ سے یا ترک وطن سے۔

امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک مرتد کی اپنے اموال سے ملکیت ارتداد ظاہر ہونے پر ارتداد کی وجہ سے زائل ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اگر مرتد اپنے مال سمیت ترک وطن کرنے لگے تو اسے اس کی اجازت نہیں دی جائے گی بلکہ اسے قتل کیا جائے گا۔ چونکہ اس کا مال اس کی ضرورت سے زائد ٹھہرا لہذا یہ مال اس کی ملکیت نہ ہوگا لہذا ارتداد کو موت اور ترک وطن کے قائم مقام قرار دے دیا جائے۔ اگر اس کا کوئی وارث نہ ہو تو اس کا مال ریاست کی ملکیت ہو جائے گا۔

صاحبین کے نزدیک مرتد کی حالت ارتداد میں نہ صرف ملکیت قائم رہتی ہے بلکہ اس کا اپنے اموال پر تصرف کرنا بھی جائز ہے۔ وہ اپنا مال کسی کو ھبہ بھی کر سکتا ہے۔ اگر وہ تائب ہو جائے تو اس کے تصرفات قائم رہیں گے البتہ اگر ترک وطن یا قتل کر دیا جائے تو اس کے یہ تصرفات کالعدم ہو جائیں گے۔ اس لئے کہ حالت ارتداد میں اس کے تصرفات مرض الموت میں مبتلا مریض کی طرح ہوتے ہیں کیونکہ اسے بھی چند روز میں قتل ہونا ہوتا ہے۔ اگر مرتد تائب ہو جائے تو تمام آئمہ کے نزدیک حالت ارتداد میں کیے گئے تمام تصرفات جیسے بیع و شراء ھبہ اور وصیت وغیرہ جائز و مؤثر ہوں گے۔

مالکیہ کے نزدیک حاکم کو چاہیے کہ مرتد کو ارتداد کے بعد اسے تصرفات سے روکے۔ تین یوم تک اسے ضروری اشیاء فراہم کرے اگر وہ تائب ہو جائے تو اس کی ملکیت قائم رہے گی ورنہ نہیں۔ شوافع کے ہاں مرتد اگر حالت ارتداد میں ہلاک ہو گیا تو ملکیت زائل ہو گی۔ اگر تائب ہو گیا تو بحال ہو جائے گی۔ (۷۷)

مرتدہ عورت کے مال پر اس کے تصرفات باقی رہتے ہیں کیونکہ ارتداد سے اس کے اموال پر اس کی ملکیت زائل نہیں ہوتی۔ اس بارے میں تمام آئمہ کا اتفاق ہے۔ اس کا اپنے مال میں تصرف بھی جائز ہے کیونکہ اسے قتل نہیں کیا جائے گا۔ لہذا اس کا مرتد ہونا اس کی ملکیت کے زائل ہونے کا سبب نہیں بنتا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

خلاصہ یہ کہ ارتداد کے بعد ملکیت مال کی چار صورتیں ہوں گی۔

i۔ مرتد اگر اسلام قبول کرے تو وہ خود اس کا مالک رہے گا۔

ii۔ اگر وہ مر جائے یا قتل کر دیا جائے یا ترک وطن کرے تو اس کا مال اس کے وارثوں کو مل جائے گا اور اس کے لیے ہوئے قرضے بھی وہی واپس کریں گے۔

iii۔ اگر ترک وطن کے بعد وہ تائب ہو کر واپس اپنے وطن آ گیا تو اس کی پھر دو صورتیں ہیں:

۱۔ ابھی تک عدالت کی طرف سے اس کے مال کی تقسیم کا فیصلہ نہیں ہوا۔

۲۔ عدالت کی طرف سے مال کا فیصلہ ہو چکا ہے۔

اول الذکر صورت میں وہ شخص ملکیت بحال کرنے کی عدالت سے درخواست کرے گا اور عدالت اس کی سابقہ ملکیت بحال کر دے گی۔ اس دوران اس کے وارثوں نے اگر کسی قسم کا اس کی ملکیت میں تصرف کیا ہو تو وہ باطل ہو جائے گا۔

مؤخر الذکر صورت میں مرتد اپنے اصل مال کا مالک ہو جائے گا لیکن وارثوں کے تصرفات باطل نہیں ہوں گے کیونکہ انہوں نے یہ تصرفات اس کے جانشین ہونے کی حیثیت سے کیے ہیں۔

اگر مرتد حالت ارتداد میں کسی ایسے جرم کا ارتکاب کرے جس کا تعلق حقوق اللہ سے متعلق ہو جیسے زنا اور شراب نوشی وغیرہ اور پھر ترک وطن کرے اور پھر واپس آ جائے تو اس سے یہ حدود ساقط ہو جائیں گی کیونکہ ترک وطن یا دشمن ملک سے الحاق موت کے مترادف ہے جس سے سزا ساقط ہو جانے کا شبہ ہو جاتا ہے اور شبہ سے حد ساقط ہو جاتی ہے۔ اگر جرم کا تعلق حقوق العباد سے ہو جیسے قتل، چوری اور قذف وغیرہ تو واپسی پر ان جرائم میں ماخوذ ہو گا۔ (۸۷)

<u>میراث کا حکم</u>: مرتد کی میراث دو طرح کی ہوتی ہے:

۱۔ وہ دولت جو اس نے اسلام کی حالت میں کمائی۔

۲۔ وہ دولت جو اس نے حالت ارتداد میں کمائی۔

اول الذکر صورت میں احناف کے نزدیک اگر مرتد ترک وطن کرے یا عدالت اس کے متعلق قتل کا فیصلہ دے یا کوئی شخص اسے قتل کر دے تو مسلمان وارث اس کی میراث کے وارث ہوں گے۔ اس لئے کہ ابن عجل المستورد کو حضرت علیؓ نے ارتداد کی بنا پر قتل کیا اور اس کے مال کو مسلمان وارثوں میں تقسیم کیا اور کسی صحابی کا اس فیصلے سے کوئی اختلاف منقول نہیں۔ اس کے علاوہ ارتداد موت کی مانند ہے۔ لہذا کسی کا مرتد ہونا ایسے ہی جیسے ایک مسلم فوت ہو گیا۔ لہذا مسلم

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وارث مرتد کی میراث کے وارث ہوں گے۔

امام شافعیؒ کے نزدیک اس صورت میں مرتد کی دولت مال فے ہے اور اس کے مسلم وارث بھی اس کے وارث نہیں ہوں گے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مسلم کافر کا اور کافر مسلم کا وارث نہیں ہوتا۔(۷۹)

ثانی الذکر صورت میں وہ دولت امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک مال فے ہو گی اور صاحبینؒ کے نزدیک میراث۔ اس لیے کہ صاحبین کے نزدیک ارتداد کسی چیز کے مالک بننے کے منافی نہیں۔ لہذا حالت ارتداد میں کمائی گئی دولت کا بھی مرتد مالک ہو گا اور مسلمان وارث اس کے وارث ہوں گے جب کہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ارتداد ہوتے ہی اس کا اپنا مال اس کی ملکیت سے زائل ہو جائے گا۔ چونکہ ارتداد ملکیت کے منافی ہے لہذا حالت ارتداد میں کمائی ہوئی دولت کا کوئی مالک نہیں بلکہ وہ حکومت کی ملکیت ہو گا۔(۸۰)

مرتد کی میراث کا وارث بننے کی اہلیت کس وقت سے تسلیم کی جائے اس کے لیے تین اقوال ہیں:

۱۔ ارتداد کے وقت ۲۔ مرتد کی موت کے وقت ۳۔ ارتداد سے موت تک

امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ایک روایت کے مطابق صرف ارتداد کے وقت سے اور دوسری روایت کے مطابق ارتداد سے موت کے وقت تک اہلیت قابل تسلیم ہو گی۔ چنانچہ اگر کوئی وارث مرتد کے ارتداد کے وقت مسلمان ہو اور پھر مرتد کی موت سے قبل وہ وارث بھی مرتد ہو جائے تو اسے میراث نہیں ملے گی۔

اگر شوہر اور بیوی ایک ساتھ مرتد ہوئے پھر بیوی نے ایک بچے کو جنم دیا اسی دوران بچے کے باپ کو ارتداد کے جرم میں قتل کر دیا گیا۔ اگر بچے کی ولادت باپ کے ارتداد کے بعد چھ ماہ کے عرصہ سے قبل ہوئی تو وہ اپنے باپ کی میراث کا وارث ہو گا کیونکہ اس صورت میں یقیناً اس کا حمل اس وقت قرار پایا جب میاں بیوی دونوں مسلمان تھے اگر چھ ماہ کے بعد بچہ پیدا ہوا تو وہ باپ کا وارث نہیں ہو گا کیونکہ حمل میں شک ہے کہ دونوں اس وقت مسلمان تھے یا مرتد۔ اگر صرف شوہر مرتد ہوا اور بیوی مرتد نہ ہوئی تو اس صورت میں دیگر مسلمان وارثوں کے ساتھ وہ بچہ بھی میراث پائے گا خواہ وہ باپ کے ارتداد کے چھ ماہ بعد ہی پیدا ہوا ہو کیونکہ اس کی ماں مسلمان ہے۔ لہذا وہ تبعی مسلم کہلائے گا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

صاحبینؒ کے نزدیک وارث بننے کی اہلیت مرتد کی موت سے کی جائے گی کیونکہ ان کے نزدیک ملکیت کے زوال کا سبب ارتداد نہیں موت ہے۔ لہذا وارث ہونے کی اہلیت کا اعتبار بھی اسی وقت سے کیا جائے گا۔ (۸۱)

قرضوں کا حکم: امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک مرتد کے ذمہ واجب الادا قرضے زمانہ ارتداد کی کمائی ہوئی دولت سے ادا کیے جائیں البتہ جو قرضے بچ جائیں انہیں زمانہ اسلام کی دولت سے ادا کیا جائے گا۔ اس ضمن میں دوسری روایت یہ ہے کہ مرتد کے قرضے پہلے زمانہ اسلام کی دولت سے ادا کیے جائیں گے اگر مزید قرض ادا کرنا مطلوب ہو تو زمانہ ارتداد میں کمائی ہوئی دولت سے ادا کیے جائیں گے۔ بہر حال اس کے قرضے ادا کرنا ضروری ہیں۔

آپ کا ایک قول یہ بھی ملتا ہے کہ حالت اسلام میں لئے گئے قرضے حالت اسلام میں کمائی گئی دولت سے اور حالت ارتداد میں لئے گئے قرضے حالت ارتداد میں کمائی ہوئی دولت سے ادا کیے جائیں۔

صاحبینؒ کے نزدیک مرتد کے قرضے اس کے اسلام اور ارتداد دونوں حالتوں کی کمائی سے ادا کیے جائیں کیونکہ ان دونوں حالتوں میں کمائی گئی دولت میراث ہوتی ہے۔

حنابلہ اور شوافع کے ہاں مرتد کا قرض قبل از ارتداد کے مال سے ہی ادا کیا جائے گا۔ (۸۲)

اولاد سے متعلق احکام

مرتد کی اولاد کی دو حالتیں ہیں:

ارتداد سے پہلے کی اولاد: اس کی صورت یہ ہے کہ وہ بچے جن کی پیدائش کے وقت والدین مسلمان ہوں، وہ ارتداد سے پہلے کی اولاد تسلیم ہوں گے۔ ان بچوں کے متعلق اسلام کا حکم یہ ہے کہ یہ تبعی مسلمان کہلائیں گے۔ اگر والدین ارتداد کی سزا میں ان سے الگ کر دیے جائیں تو یہ تبعیت اسلامی ریاست کو منتقل ہو جائے گی۔ لہذا انہیں تبعی مسلمان ہی کہا جائے گا۔ اگر والدین ان بچوں کو چھوڑ کر کسی دشمن (کافر) ملک چلے جائیں تو بھی یہی حکم ہو گا۔

اگر سزا کے عدم نفاذ کی بنا پر مرتد والدین مسلم ملک میں ہی مقیم ہوں اور وہ بچے اپنے والدین کے ساتھ رہ کر بالغ ہوں۔ بلوغت کے بعد والدین ہی کے دین کو اختیار کر لیں تو انہیں حکمی مرتد کہا جائے گا۔ فقہ اسلامی میں حکمی مرتد کی سزا قتل نہیں۔ ایسے مرتد کو قید میں رکھ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کر اسلام قبول کرنے پر مجبور کیا جائے گا۔

ارتداد کے بعد کی اولاد :اگر حالت ارتداد میں کوئی بچہ پیدا ہو تو اس کی حیثیت والدین جیسی ہو گی اور تبعیت میں اسے مرتد قرار دیا جائے گا البتہ اس کی اولاد کافر کہلائے گی۔(۸۳)

مرد کا ارتداد

اس عنوان کے تحت ان موضوعات کو زیر بحث لایا جائے گا :

۱۔ جزیہ کا عدم جواز ۲۔ تفریق بین الزوجین ۳۔ ذبیحہ ۴۔ عدم ولایت

۱۔جزیہ کا عدم جواز :جزیہ کا لفظ جزا سے ہے جو بدلہ کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔شرعی اصطلاح میں جزیہ سے مراد وہ رقم ہے جو اسلامی ریاست اپنے غیر مسلم شہریوں کے جان کی حفاظت کے بدلہ میں وصول کرتی ہے۔جزیہ کی اصطلاح انسانوں کی حفاظت کا ذمہ اور خراج کی اصطلاح زمین کے مالیہ کے لیے استعمال ہوتی ہے۔

علامہ نعیم الدین فرماتے ہیں کہ وصول جزیہ کی ایک حکمت یہ بھی ہے کہ اسلامی ریاست میں رہنے والے غیر مسلموں کو اس لئے مہلت دی جائے تاکہ وہ اسلام کے محاسن' قوت اور دلائل دیکھ کر مشرف باسلام ہونے کا موقع پائیں۔(۸۴)

وصولی جزیہ کا ذکر قرآن مجید کی اس آیت میں ہے :

"قاتلوا الذین لا یؤمنون باللّٰہ ولا بالیوم الاخر ولا یحرمون ماحرم اللہ ورسولہ ولا یدینون دین الحق من الذین اوتوا الکتاب حتی یعطوا الجزیۃ عن ید وھم صٰغرون"(۸۵)

(ان لوگوں سے جنگ کرو جو اللہ تعالی اور روز آخرت پر ایمان نہیں لاتے اور نہ ان چیزوں کو حرام جانتے ہیں جسے اللہ اور اس کے رسول نے حرام کیا ہے اور نہ ان لوگوں میں سے سچے دین کو قبول کرتے ہیں جنہیں کتاب دی گئی یہاں تک کہ وہ اپنے ہاتھ سے جزیہ دیں اس حال میں کہ وہ مغلوب ہوں)

وجوب جزیہ کیلئے تین شرائط ہیں۔ان میں سے کوئی ایک شرط بھی مفقود ہو تو جزیہ لینا جائز نہیں ہوگا۔وہ شرائط یہ ہیں :

۱۔ غیر مسلموں کو مسلمان قوت اور جنگ کے ذریعہ سے مغلوب کر لیں۔وہ لوگ جو جنگ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کرنے کی صلاحیت نہ رکھتے ہوں ان سے جزیہ نہیں لیا جائے گا۔

۲۔ وہ اسلامی حکومت کے مطیع و محکوم ہونے پر راضی ہو کر معاہدہ طے کریں۔

۳۔ غیر مسلم کو حفاظت کی نعمت حاصل ہو۔ لہذا اگر جان و مال کی حفاظت نہ ہو تو جزیہ کی وصولی کا حق نہ ہو گا۔ (۸۶)

امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک مشرکین عرب کے سوا ہر کافر و مشرک سے جزیہ وصول کیا جاسکتا ہے۔ امام شافعیؒ کے نزدیک صرف اہل کتاب و مجوسی سے جزیہ وصول کیا جائے۔ اگرچہ عربی ہو یا عجمی۔ اہل کتاب کا ذکر قرآن مجید میں ہے اور مجوسیوں کے بارے حدیث نبوی ﷺ ہے کہ مجوسیوں کے ساتھ اہل کتاب جیسا رویہ رکھو لیکن ان سے نکاح نہ کرو نہ ان کا ذبیحہ کھاؤ۔ امام مالکؒ کے نزدیک ہر کافر سے جزیہ لیا جاسکتا ہے۔ قرآن مجید کے اس حکم پر مغل بادشاہ عالمگیر کے عہد حکومت کے بعد سے لے کر آج تک عمل در آمد معطل ہے۔ جزیہ کی اس مختصر وضاحت کے بعد یہ واضح ہو جاتا ہے کہ مرتد پر جزیہ کی وصولی کی شرائط پوری نہیں ہوتیں۔ لہذا اس سے زندگی کے بدلے جزیہ وصول نہیں کیا جائے گا۔ اس کے لیے ایک ہی حکم ہے۔ اسلام پر توبہ کرنا یا قتل ہونے کے لیے تیار ہو جانا۔ اس پر تمام آئمہ فقہاء کا اتفاق ہے کہ مرتد سے جزیہ کی وصولی نہیں ہو سکتی اس لئے کہ اس نے اسلام قبول کرنے کے بعد کفر کیا ہے۔ اس کے لیے اسلام یا تلوار کے علاوہ کچھ قبول نہیں کیا جائے گا تاکہ مرتد سزا پائے۔ (۸۷)

۲۔ <u>تفریق بین الزوجین</u> : زوجین میں سے کوئی ایک اگر مرتد ہوئے تو ارتداد کی بنا پر ان میں علیحدگی ہو جائے گی۔ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ارتداد موت کے قائم مقام ہے کیونکہ ارتداد کا انجام موت ہے اور موت سے نکاح نہیں ہو سکتا۔ جیسے مرتد سے ابتداً کسی مسلمان عورت کا نکاح نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح نکاح کی بقاء بھی جائز نہیں ہو گی۔ اگر مرد مرتد ہوا تو ارتداد کی بنا پر تفریق ہو جانے کے باوجود اس کے اختیار طلاق میں کوئی کمی واقع نہیں ہو گی۔ اگر مرتد تائب ہو جائے تو اسے طلاق کا اختیار اسی طرح حاصل ہو گا جیسے ارتداد سے پہلے تھا۔ اس لئے کہ وہ امور جن میں طلاق کے بغیر میاں بیوی کے درمیان تفریق ہو جاتی ہے ان میں حق طلاق بدستور قائم رہتا ہے۔

اہل کتاب خواتین سے اگرچہ مسلمان مرد کو نکاح کرنے کی اجازت ہے لیکن اگر مسلمان بیوی عیسائی یا یہودی ہو جائے تو بھی ارتداد کی بنا پر تفریق ہو جائے گی۔

امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ارتداد موت کے قائم مقام ہے۔ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ارتداد تفریق زوجین کا ایک الگ سبب ہے جب کہ امام محمدؒ کے نزدیک ارتداد طلاق کے قائم مقام ہے۔ان آئمہ کے نزدیک اگرچہ تفریق کی علت میں اختلاف ہے لیکن تفریق کے حکم میں کوئی اختلاف نہیں۔ تفریق کے بعد عورت کو عدت گزارنا ہو گی۔

اگر میاں بیوی دونوں مرتد ہو گئے تو پھر ان میں تفریق نہیں ہو گی۔لہذا اگر وہ دونوں اکھٹے تائب ہوں تو ان کا پہلا نکاح بر قرار رہے گا۔ تجدید نکاح کی کوئی ضرورت نہیں ہو گی۔ یہ خلاف قیاس ہے۔اس کی دلیل حضرت ابو بکر صدیقؓ کا عمل ہے۔آپ کے عہد خلافت میں جو عرب مرتد ہو گئے اور پھر انہوں نے اسلام قبول کیا تو آپؓ نے ان کے ازواج کے درمیان کوئی تفریق نہیں کی اور کسی صحابی نے اس عمل پر کوئی اعتراض نہیں کیا۔لہذا یہ اجماع ہے۔(۸۸)

۳۔ذبیحہ :ذبیحہ سے مراد ہے کسی حلال جانور کو شرعی طریقے سے ذبح کرنا تاکہ اس کا گوشت کھانا مسلمانوں کے لیے جائز ہو۔

کسی بھی جانور کو ذبح کرنے کے لیے کتب فقہ میں جو شرائط بیان کی گئی ہیں ان میں سے ایک اہم شرط یہ ہے کہ ذبح کرنے والا مسلمان ہو یا اہل کتاب۔رسول اکرم ﷺ نے مجوسیوں کے ساتھ اہل کتاب جیسا رویہ اختیار کرنے کا حکم فرمایا ہے لیکن ان کے ساتھ نکاح کرنے اور ان کے ذبیحہ کو مستثنیٰ کر دیا۔

اہل کتاب کے ذبیحہ کو اس لئے جائز قرار دیا گیا کہ یہ لوگ اسلام کے بنیادی عقائد یعنی توحید'آخرت 'اور حضرت موسیٰ علیہ السلام و حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک رسولوں پر بھی ایمان رکھتے ہیں۔لہذا جو شخص ان عقائد اسلامی کا قائل ہو اس کا ذبیحہ بھی جائز ہو گا۔

بہر حال جس طرح کافر کا ذبیحہ شرعاً جائز نہیں ایسے ہی مرتد کا ذبیحہ بھی جائز نہیں۔ اگر چہ ارتداد کے بعد کوئی یہودی ہو یا عیسائی۔امام ابو یوسفؒ کے نزدیک مرتد اگر قریب البلوغ ہو تو اس کا ذبیحہ درست ہو گا۔اس لئے کہ ان کے نزدیک اس کا ارتداد صحیح نہیں۔باقی آئمہ کے نزدیک قریب البلوغ بچے کا ارتداد صحیح ہونے پر ذبیحہ بھی جائز نہیں ہو گا۔(۸۹)

۴۔عدم ولایت :ولایت سے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص کسی شخص کے فوت ہو جانے کے بعد اس کے ترکہ میں وہ حصہ لے جو شریعت نے اس کا حصہ مقرر کیا ہو۔اور عدم ولایت سے مراد اس حصے سے محروم ہونا ہے۔مرتد کو ارتداد کی بنا پر ان تمام ترکوں میں جن میں کسی بھی نسبت کی وجہ سے اس کا حالت اسلام میں حصہ مقرر تھا اس میں عدم ولایت ہو گی۔یعنی وہ اس حصے کا حقدار

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نہیں ہو گا۔ جیسے اگر کسی کا بیٹا مرتد ہو گیا۔ اب باپ نے اس کے ارتداد کے بعد جو ترکہ چھوڑا وہ اس کا حقدار نہیں ہو گا کیونکہ وہ امور جن سے وارث اپنے مورث کے ترکہ سے محروم ہوتا ہے' یہ ہیں:

i۔ وارث کا اپنے مورث کو قتل کرنا

ii۔ اختلاف دین

چونکہ اختلاف دین کی وجہ سے وارث کو اپنے مورث پر ولایت حاصل نہیں ہوتی۔ لہذا مرتد کو بھی اسی سبب کی وجہ سے عدم ولایت ہو گی سوائے اس کے کہ وہ تائب ہو کر دوبارہ مسلم ہو جائے۔(۹۰)

عورت کا ارتداد اور اس کے اباحۃ الدم میں اختلاف

اگر عورت مسلمان مرتد ہو جائے تو کیا اس کا خون بھی مباح ہو گا یا نہیں۔ اس ضمن میں آئمہ فقہاء کا اختلاف ہے۔

امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک مسلمان عورت اگر مرتد ہو جائے تو اس کا خون مباح نہیں ہو گا یعنی اسے قتل کرنے کی بجائے قید کر کے اسے اسلام لانے پر مجبور کیا جائے گا یعنی دوران قید ہر روز اس کی اصلاح کی جائے۔ اسے اسلام کی ترغیب دی جائے' یہاں تک کہ وہ تائب ہو جائے یا اسے موت آجائے۔ احناف مندرجہ ذیل دلائل کی روشنی میں مرتدہ عورت کا خون مباح ہونے کے قائل نہیں۔

i۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کافر عورتوں اور بچوں کو قتل نہ کرو۔(۹۱)

لہذا جب عورت اپنے اصلی کفر پر قتل نہیں کی جاتی تو جو کفر بعد میں طاری ہوا ہے اس پر بھی قتل نہیں ہونی چاہیے۔

ii۔ عورت کو ارتداد پر قتل نہ کرنے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ عورت کا کسی دین کو قبول کرنا بالعموم مردوں کے تابع ہوتا ہے جیسے ایک روایت میں ہے کہ ایک شخص نے اسلام قبول کیا تو اس کی پانچ بیویاں بھی اس کے ساتھ اسلام لے آئیں۔ مرتد کا قتل اس لئے شروع ہوا کہ اسلام کی دعوت دو طریقوں سے دی جاتی ہے۔

پہلے طریقے میں اسلام کے محاسن بیان کرنا' زبانی دعوت دینا اور توبہ کی ترغیب دینا شامل ہے۔

دوسرے طریقے میں مرتد کو قتل کی سزا دینا ہے تاکہ اس کے نتیجے میں وہ اسلام قبول کرے۔

مرد کے تابع ہونے کے باعث چونکہ عورت کے قبول اسلام کے لیے یہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دونوں طریقے غیر مؤثر ہیں۔لہذا اسے قتل کرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔اسی لئے حربی عورت کو قتل نہیں کیا جاتا جب کہ حربی مرد کو قتل کیا جاتا ہے۔اس لئے کہ مرد اپنے معاملات میں خواہ وہ دینی ہوں یا دنیاوی، اپنی رائے پر چلتا ہے۔کسی کی رائے پر نہیں۔اس لئے اس کے قتل کا مشروع ہونا اس کے حق میں مفید ہے۔(۹۲)

اس ضمن میں حضرت معاذؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا یہ قول بھی مروی ہے کہ اگر عورت مرتد ہو جائے تو اسے قید کر کے اسلام قبول کرنے پر مجبور کیا جائے گا۔قتل نہیں کیا جائے گا۔حضور اکرم ﷺ نے ام مروان کو اس لئے قتل کرنے کا حکم دیا کہ وہ جادو کرتی، آپ ﷺ کی ہجو میں شعر کہتی اور اپنے ۳۰ بیٹوں کو مسلمانوں سے لڑنے پر اکساتی۔(۹۳)

۲۔ دیگر فقہاء کے نزدیک مرتدہ عورت کو بھی قتل کیا جائے گا۔مرتدہ عورت اگر حاملہ ہو تو وضع حمل کا انتظار کرنا ہو گا۔وضع حمل کے بعد بچے کی رضاعت اور پرورش کے انتظام کے بعد اسے قتل کیا جائے گا۔ان فقہاء کی دلیل یہ حدیث ہے:

"من بدل دینه فاقتلوه" (جو مسلمان اپنا دین تبدیل کرے اسے قتل کر دیا جائے)

اصول فقہ میں من عمومیت کے لیے آتا ہے۔لہذا اس حدیث میں قتل کا حکم عام ہے اس میں مرد عورت کی کوئی تخصیص نہیں۔مزید یہ کہ اباحت خون کا بنیادی سبب ایمان لانے کے بعد کفر قبول کرنا ہے۔یہ سبب عورت میں پایا جاتا ہے۔لہذا اسے بھی مرد کی طرح قتل کر دینا چاہیے۔جہاں تک رسول اکرم ﷺ کا وہ حکم ہے جس میں عورت کو قتل نہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے تو اس سے مراد اصلاً کافرہ عورت ہی ہے۔اس لئے کہ کفر اصلی پر کفر طاری کو قیاس کرنا درست نہیں۔اس لئے کہ مرد و عورت کفر اصلی پر قائم رہتے ہیں نہ کہ کفر طاری پر۔(۹۴)

۳۔ امام زہریؒ، نخعی، مکحول، حماد اور اوزاعی کے نزدیک بھی مرتدہ عورت کو قتل نہیں کیا جائے گا البتہ اسے خادمہ بنایا جائے گا جیسے حضرت ابوبکر صدیقؓ نے بنی حنفیہ کی عورتوں کو خادمہ بنایا اور ان میں سے ایک خادمہ خولہ بنت ایاس حضرت علیؓ کو دی گئی اور اس سے محمد بن حنیفہ پیدا ہوئے۔گویا یہ آئمہ بھی مرتدہ کو قتل کرنے کے قائل نہیں ہیں۔(۹۵)

ارتداد کو حد اور اس کی سزا قتل نہ ماننے والوں کے دلائل اور ان کی تنقیح

ارتداد کو حد ماننے یا نہ ماننے والوں کے دلائل پر تنقیح کرنے سے قبل یہ ضروری ہے کہ مختصراً حد کا تعارف پیش کیا جائے۔عربی زبان میں حد کا لفظ روکنے کے معنی میں استعمال

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہوتا ہے۔دائرہ معارف اسلامیہ میں ہے کہ حد سے مراد اللہ تعالیٰ یا شارع علیہ السلام کی طرف سے مقررہ سزا ہے جو اللہ تعالیٰ کے حق تجاوز کرنے پر واجب ہوتی ہے۔شرعی حدود کی تنفیذ اسلامی مملکت کے سربراہ پر فرض ہے اور انہیں معاف کرنے کا کسی کو اختیار نہیں۔یہ حدود دو قسم کی ہیں۔

اول : وہ حدود جو خالصتاً اللہ تعالیٰ کا حق ہیں جیسے حد زنا اور حد خمر۔ان کے اثبات کے لیے دعویٰ ضروری نہیں ہوتا۔

دوم : وہ حدود جو حقوق اللہ اور حقوق العباد سے مرکب ہیں۔جیسے حد قذف اور حد سرقہ' ان کے اثبات کے لیے دعوی ضروری ہوتا ہے۔

جزیری کے مطابق احناف کے ہاں ان حدود کی تعداد پانچ ہے۔

۱۔ حد زنا ۲۔ حد خمر ۳۔ حد قذف ۴۔ حد سرقہ ۵۔ حد حرابہ

شوافع کے ہاں ان کے علاوہ جراحات (زخم لگانا' قصاص اور خون بہا)' بغاوت اور ارتداد بھی حدود میں شامل ہیں۔

ارتداد کے حد ہونے میں اس اختلاف کے باوجود تمام صحابہ کرامؓ اور فقہاء عظامؒ کا اس پر اجماع ہے کہ مرتد کی سزا قتل ہے۔بعض مفکرین مرتد کی اس سزا سے اختلاف کرتے ہیں۔ان کے نزدیک یہ سزا ردت کی وجہ سے نہیں بلکہ ارتداد کے بعد مسلمانوں کے خلاف کافروں کی معاونت کرنے کی بناء پر ہے۔اس نظریہ کے اثبات کے لیے یہ اہل علم مرتد کی سزا قتل ہونے کے دلائل پر تنقید اور اپنے نظریہ کے حق میں دلائل پیش کرتے ہیں۔

اثبات حد کے دلائل پر کیے گئے اعتراضات کی تنقیح : پہلے ان اعتراضات کا جائزہ لیا جاتا ہے جو ان دلائل پر قائم کیے گئے ہیں۔جن سے مرتد کی سزا قتل ثابت ہوتی ہے۔

قرآن مجید کے حوالے سے یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ ارتداد کی سزا کا ذکر قرآن مجید میں نہیں ہے۔لہٰذا ارتداد کی سزا قتل مقرر کرنا غیر شرعی ہے۔اس اعتراض کے درج ذیل جوابات ہیں :

ا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ارتداد کی سزا قتل کا ذکر قرآن مجید میں دیگر حدود کی طرح صراحت سے نہیں لیکن سورۃ فتح کی آیت ۱۶ میں اس سزا کا واضح اشارہ ضروری ہے۔

دیگر اسلامی حدود میں حد خمر کی سزا کا ذکر بھی قرآن مجید میں نہیں لیکن پھر بھی تمام آئمہ فقہاء اسے حد تسلیم کرتے ہیں۔اگرچہ اس کی سزا میں صحابہ کرامؓ اور فقہاء کا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اختلاف ہے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اپنے عہد خلافت میں شراب نوشی کی حد چالیس کوڑے اور حضرت عمر فاروقؓ نے صحابہ کرامؓ کی مشاورت سے اسی (۸۰) کوڑے مقرر کی۔ امام ابو حنیفہؒ امام مالکؒ نے حضرت عمر فاروقؓ کے فیصلے کو اور امام شافعیؒ وامام احمدؒ نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کے فیصلے کو بنیاد بنایا۔

ii۔ ارتداد کی حرمت کا ذکر قرآن مجید میں تقریباً دس بار آیا ہے۔ نیز احادیث میں واضح طور پر ارتداد کی سزا قتل بیان کی گئی ہے۔ جن احادیث سے ارتداد کی سزا قتل ثابت کی گئی ہے ان سے متعلق درج ذیل اعتراضات کیے گئے ہیں :

(۱) "من بدل دینہ فاقتلوہ" میں من عام ہے۔ اس عمومیت کی بنا پر اسلامی ریاست کا کوئی شہری بھی اگر اپنا دین تبدیل کرے تو اسے قتل کی سزا دینا ہوگی۔ اگرچہ ہندو عیسائی ہو جائے یا عیسائی مسلمان ہو جائے۔

i۔ معترضین کا یہ اعتراض حقیقت پر مبنی نہیں اس لئے کہ اگر من کی عمومیت کا یہ مطلب ہو تو پھر تبلیغ اسلام کا دروازہ بند ہو جائے گا کیونکہ اگر کوئی عیسائی اسلام قبول کرے تو وہ بھی قتل کی سزا کا مستوجب ہوگا کیونکہ اس نے بھی اپنا دین تبدیل کیا ہے حالانکہ اسلام میں ایسا ہرگز نہیں ہے۔

ii۔ ارتداد کی بنیادی شرط یہ ہے کہ مرتد پہلے مسلمان ہو پھر کفر اختیار کرے۔ ایک یہودی اگر عیسائی ہو جائے تو اصطلاحاً وہ مرتد نہیں کہلائے گا۔

iii۔ قرآن مجید میں دین کی اصطلاح صرف اسلام کے لیے استعمال کی گئی ہے نہ کہ دیگر ادیان پر۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے :

"ان الدین عند اللہ الاسلام" (۹۶) (بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک دین اسلام ہی ہے)

iv۔ غیر مسلم قرآن و حدیث کے احکام کے مکلف نہیں۔ نیز حد کے نفاذ کے لیے مسلمان ہونا ضروری ہے۔ لہٰذا یہ اعتراض ناممکن العمل ہے۔

(۲) احادیث پر معترضین کی طرف سے دوسرا اعتراض جرح و تعدیل سے متعلق ہے کہ ان احادیث کے سلسلہ سند میں فلاں راوی نابینا ہے اور فلاں جھوٹا وغیرہ۔

i۔ سلسلہ سند کے راویوں پر یہ سطحی جرح ہے جس کی بنا پر ہر شخص اپنے مخالف کی دلیل کو رد کرتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ علم حدیث سے متعلق تحقیق کا یہ وہ تاریک پہلو ہے جس

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے نتیجے میں بہت سی احادیث کو ناقابل عمل قرار دے دیا گیا ہے اور اسی بات کو بعض لوگوں نے انکار حدیث کی بنیاد بھی بنایا ہے۔ لہٰذا سطحی تنقید و جرح کا یہ اعتراض لغو ہے۔

ii- اگر احادیث میں ظاہراً اختلاف نظر آئے تو سب سے پہلے صحابہ کرامؓ کے عمل کو دیکھنا چاہیے کہ ان کا عمل کس حدیث کے موافق تھا۔ اگر پھر بھی بات واضح نہ ہو تو جو حدیث حالات کے زیادہ موافق ہو اسے بنیاد بنا کر قانون سازی کر لینے میں کوئی حرج نہیں۔

(۳) ایسی تمام احادیث و آثار جن میں مرتد کی سزا قتل کا حکم ملتا ہے معترضین ان کی یہ توجیہہ کرتے ہیں کہ ان مرتدین کو ارتداد کی بنا پر قتل نہیں کیا گیا بلکہ یہ سزا اس محاربت کی تھی جو انہوں نے اسلامی حکومت کے خلاف اختیار کی تھی۔

i- حقیقت یہ ہے کہ مرتد کو تین دن توبہ کی دعوت دینا اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ مرتد کو یہ سزا ارتداد ہی کی دی جا رہی تھی نہ کہ محاربت کی۔ اس لئے کہ محاربین کو نہ توبہ کی دعوت دی جاتی ہے اور نہ ہی مہلت۔ بلکہ اسے فوراً قتل کیا جاتا ہے۔ جیسے سورۃ مائدہ کی آیت ۳۳

"انما جزاء الذین یحاربون اللہ ورسولہ ویسعون فی الارض فسادا ان یقتلوا او یصلبوا او تقطع ایدیھم وارجلھم من خلاف او ینفوا من الارض"

(ان لوگوں کی سزا جو اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کے ساتھ جنگ کرتے ہیں اور زمین پر فساد پھیلانے کی کوشش کرتے ہیں کہ وہ قتل کیے جائیں یا صلیب پر مارے جائیں یا ان کے ہاتھ پاؤں مخالف اطراف سے کاٹے جائیں یا انہیں نفی "قید" کیا جائے۔)

کے مطابق قبیلہ عکل کے افراد کو جرم محاربت میں قتل کیا گیا اور انہیں کسی قسم کی دعوت و مہلت نہیں دی گئی۔ نیز حرابہ ایک الگ شرعی حد ہے جس کے باقاعدہ الگ قواعد و ضوابط ہیں۔

ii- سیرت و تذکرہ کی کتب سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے مرتدین کو قتل کرنے کا حکم دیا حالانکہ انہوں نے مسلمانوں کے ساتھ کوئی محاربانہ پہلو اختیار نہیں کیا جیسے فتح مکہ کے موقع پر آپ ﷺ نے عبداللہ بن ابی سرح، عبداللہ بن اخطل اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مقیس بن صبابہ کے متعلق فرمایا تھا۔ اگر یہ لوگ بیت اللہ کے پردوں میں بھی چھپے ہوں تو انہیں قتل کر دیا جائے حالانکہ اس روز کفار کے لیے بھی عام معافی کا اعلان کیا گیا تھا۔

iii- عہد رسالت ﷺ میں جو مسلمان بھی مرتد ہوا وہ مدینہ منورہ چھوڑ کر باہر بھاگا جیسے فتح مکہ سے قبل حارث بن سوید انصاری اور ان کے ساتھ گیارہ اشخاص اور عبداللہ بن ابی سرح مدینہ منورہ سے مکہ چلے گئے۔ اگر اسلام میں مرتد کی سزا قتل نہ ہوتی تو مرتدین مدینہ میں ہی اقامت اختیار کرتے حالانکہ یہود و نصاری مدینہ منورہ میں ہی مقیم تھے۔

۴۔ حضرت عمر فاروقؓ کی روایت پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ آپؓ نے مرتد کے قتل کو ناپسند کیا اور اللہ تعالیٰ سے اس قتل پر برأت پیش کی۔

اس روایت کو سرسری نظر سے بھی دیکھنے سے یہ واضح ہوتا ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ نے قتل کی سزا سے برأت کا اظہار نہیں کیا بلکہ آپؓ نے اس امر پر برأت کی کہ اس مرتد کو توبہ کی مہلت دیے بغیر قتل کیا گیا تھا۔ لہذا یہ اعتراض درست نہیں۔

۵۔ یہ اعتراض بھی کیا گیا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اپنے عہد خلافت میں جن مرتدین کو قتل کیا انہیں جھوٹا دعوی نبوت اور زکوٰۃ کی ادائیگی سے انکار کی بنا پر قتل نہیں کیا گیا تھا بلکہ انہیں اس محاربت وبغاوت کی بنا پر قتل کیا گیا جو انہوں نے اسلامی حکومت کے خلاف کی تھی اگر مذکورہ جرائم کی وجہ سے قتل کرنا ہوتا تو وہ لوگ ابتداً ہی قتل کر دیئے جاتے وہ نہ جماعت کی شکل اختیار کرتے اور نہ ہی ان کی تعداد ہزاروں تک پہنچتی۔

i- حضرت ابو بکر صدیقؓ نے ان مرتدین کو کیوں قتل کرنے کا حکم دیا اس کے متعلق امام بخاریؒ نے آپ کا یہ قول نقل کیا ہے۔ آپؓ نے فرمایا:

"خدا کی قسم اگر منکرین زکوٰۃ نے ایک رسی بھی روکی جو وہ رسول اللہ ﷺ کو زکوٰۃ میں دیا کرتے تھے تو میں اس رسی کے روکنے پر ان سے جنگ کروں گا۔ بے شک زکوٰۃ مال کا حق ہے۔ بخدا میں ہر اس شخص سے جنگ کروں گا جس نے نماز اور زکوٰۃ میں فرق رکھا" (۹۷)

ii- جہاں تک ان منکرین زکوٰۃ کے قتل میں تاخیر کی بات ہے تو اس کی وجہ خلافت کا آغاز اور وہ اختلاف رائے تھی جو اس وقت بعض صحابہ کرامؓ میں اس معاملہ میں پیدا ہوئی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تھی کہ کیاان منکرین زکوٰۃ کو قتل کرنایاان سے جنگ کرناشرعاًدرست ہے۔ جبکہ وہ نماز بھی ادا کرتے ہوں تواس وقت حضرت ابوبکر صدیقؓ نے یہ فیصلہ کن کلمات ارشاد فرمائے :

"واللہ لاقاتلن من فرق بین الصلوٰۃ والزکوٰۃ"(۹۸)

"خدا کی قسم میں ہر اس شخص سے جنگ کروں گا جس نے نمازاورزکوٰۃ کی فرضیت تسلیم کرنے میں فرق رکھا"(۱۰۰)

آپ کا یہ فیصلہ حقیقت پر مبنی تھا۔اس لئے کہ زکوٰۃ کی ادائیگی سے انکار قطعی الثبوت اور قطعی الدلالت سے انکار کرنا تھااوراس انکار سے بالاتفاق حقیقتاً کفر لازم آجاتا ہے۔

۶۔ چھٹااور آخری اعتراض یہ کیا گیاہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ام قرفہ نامی عورت کو مرتد ہونے کی وجہ سے قتل نہیں کیابلکہ محاربہ ہونے کی وجہ سے قتل کیا گیا۔اس لئے کہ اس عورت کے تیس بیٹے تھے وہ انہیں مسلمانوں کے خلاف جنگ پر ابھارتی تھی اوراس کے قتل سے اس کے بیٹوں کی طاقت کو توڑنا مد نظر تھا۔

i- ام قرفہ کے محاربہ ہونے کی جووجوہ بیان کی گئی ہیں وہ اس کی نہیں بلکہ ام مروان کی ہیں لیکن اس کے لیے بھی آپ ﷺ نے فرمایا تھاکہ اس کے سامنے اسلام پیش کیاجائے اگر توبہ کرے تودرست ورنہ اسے قتل کر دیاجائے۔

ii- عام محارب، مرتد محض اور مرتد محارب کی سزامیں فرق ہے۔عام محارب کوارتکاب جرم کے بعد جرم کے مطابق سزادی جاتی ہے۔مرتد محض کو قید کر کے توبہ کی پیش کش کی جاتی ہے جبکہ مرتد محارب کو توبہ کی پیش کش کے بغیر قتل کرنے کا حکم ہے۔اس کے لیے سخت سزااس لئے ہے کہ یہ دوجرائم یعنی ارتداداور محاربت کامرتکب ہوتا ہے قتل کی فوری سزانہ صرف ارتداد کی ہے اور نہ ہی صرف محاربت کی۔لہذا یہ کہناکہ ام قرفہ کا قتل صرف محاربہ ہونے کی وجہ سے تھادرست نہیں۔(۹۹)

معترضین کے اعتراضات پراس تنقیح سے یہ واضح ہوجاتا ہے کہ ان اعتراضات کی کوئی حقیقت نہیں اورارتداد کی شرعی سزاقتل ہی ہے۔

منکرین حدارتداد کے دلائل کی تنقیح

اب ان دلائل کو پیش کیاجاتا ہے جنہیں منکرین ارتداد کی سزاقتل نہ ہونے پر پیش

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کرتے ہیں اور ساتھ ہی ان کی تنقیح بھی پیش کی جاتی ہے۔

قرآن مجید سے دلائل: منکرین حد ارتداد نے درج ذیل آیات سے یہ استدلال لیا ہے کہ اسلام میں مرتد کی سزا قتل نہیں ہے :

i- "لا اکراہ فی الدین" (۱۰۰) (دین میں کوئی سختی نہیں)

اعتراض کی بنیاد اصول فقہ کا یہ قاعدہ ہے کہ "لا" نافیہ کے بعد اگر اسم نکرہ ہو تو اس میں عمومیت کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ چونکہ یہاں یہ اصول مستعمل ہے۔ لہذا اس سختی میں عمومیت کا معنی ہے یعنی دین میں کسی قسم کی کوئی سختی نہیں ہے۔ جیسے "لا الہ الا اللہ" میں ہے یعنی "لا" کے بعد "الہ" اسم نکرہ ہے۔ اس میں عمومیت کا معنی پایا جاتا ہے اور اس میں ہر قسم کے معبود کی نفی ہے۔ لہذا اکراہ میں بھی عمومیت ہے۔ کوئی شخص جب چاہے دین اسلام قبول کرے اور جب چاہے اسے چھوڑ دے۔

(i) اصول فقہ کے اس مسلمہ اصول عمومیت میں بھی خصوصیت کا پہلو باقی رہتا ہے جیسے "لا الہ" میں صرف معبودان باطل کی نفی ہے معبود حقیقی اس میں شامل نہیں لہذا "لا اکراہ فی الدین" ارتداد کے علاوہ باقی معنی میں عمومیت ہے جیسے اسلام قبول کرنا، دین کے احکامات پر عمل کرنا، دینی احکام کی ادائیگی میں عدم اکراہ مثلاً ایک شخص کھڑا ہو کر نماز نہ پڑھ سکتا ہو تو بیٹھ کر پڑھ لے، روزہ سے بیماری میں اضافہ ہونے کا خطرہ ہو تو روزہ نہ رکھے وغیرہ وغیرہ۔

ii- امام کاسانیؒ فرماتے ہیں کہ اگر کسی کافر کو اسلام قبول کرنے پر مجبور کیا جائے اور وہ اسلام قبول کرلے پھر وہ شخص مرتد ہو جائے تو اس کی سزا قتل نہیں اس لئے کہ اس کا یہ ارتداد اسلام سے انحراف نہیں بلکہ کفر پر قائم رہنا ہے۔

iii- مفسرین کرامؒ نے اس آیت کا شان نزول یہ بیان کیا ہے کہ قبیلہ بنی سالم کا ایک شخص خود مسلمان ہو گیا لیکن اس کے دو بیٹوں نے اسلام قبول نہ کیا تو اس نے حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں اپنے بیٹوں کے اسلام قبول کرنے کے متعلق عرض کی تو اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ (۱۰۱)

اس شان نزول سے یہ واضح ہوتا ہے کہ "لا اکراہ" سے مراد قبولیت اسلام میں عدم اکراہ ہے نہ کہ یہ معنی کہ قبولیت اسلام کے بعد جو چاہے اسلام میں رہے اور جو چاہے اسلام چھوڑ دے اور تارک الاسلام کو کچھ نہ کہا جائے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۲۔ دوسری دلیل ان دو آیات پر مشتمل ہے :

(i) "واذالقوالذین امنوا قالوا امناواذاخلواالی شیطینھم قالوا انامعکم انمانحن مستھزؤن" (۱۰۲)

(اور (منافقین) جب ایمان والوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے ہیں اور جب وہ اپنے شیطانوں کے ساتھ خلوت میں ہوتے ہیں تو کہتے ہیں ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ ہم تو صرف ان (مسلمانوں) کا مذاق اڑا رہے ہیں۔)

ii- "وقالت طائفۃ من اھل الکتاب امنوا بالذی انزل علی الذین امنوا وجہ النھار واکفروا آخرہ لعلھم یرجعون" (۱۰۳)

(اہل کتاب میں سے ایک گروہ کہتا ہے کہ اس نبی کے ماننے والوں پر جو کچھ نازل ہوا اس پر صبح ایمان لاؤ اور شام کو اس سے انکار کر دو شاید اس ترکیب سے یہ لوگ اپنے ایمان سے پھر جائیں۔)

ان دونوں آیات سے یہ استدلال لیا جاتا ہے کہ جب ایک گروہ ایک وقت میں یا ایک دن میں مسلمان ہو کر رات کو یا کسی دوسرے وقت میں اسلام کا انکار کرتا تو ان پر ارتداد کی سزا قتل کیوں جاری نہ کی جاتی۔ اس استدلال کے ضمن میں درج ذیل باتیں قابل غور ہیں :

i- ان دونوں آیات کے مصداق منافقین اور اہل کتاب ہیں۔ منافقین کے بارے سورۃ بقرہ کے آغاز میں فرمایا گیا کہ یہ لوگ مومن نہیں۔ لہذا جب یہ لوگ مومن ہی نہیں تو ان پر شرعی حد کا نفاذ کیسے ممکن ہو گا۔

ii- یہ لوگ مسلمانوں کے سامنے تو ایمان کا اظہار کرتے، کفر کا اعلان تو اپنے لوگوں کے سامنے کرتے۔ لہذا یہ اصول کہ جب کوئی شخص خود کو مسلمان کہے اسے مسلمان سمجھا جائے کے مطابق مرتد نہ ہوتے۔ مزید یہ کہ ارتداد کا جرم بھی اقرار اور شہادت سے ہوتا ہے۔ اس طرح بھی ان کے جرم کا اثبات نہ ہوتا کیونکہ دوسر روز ایمان کا اظہار کرنا، اثبات جرم کے خلاف ہوتا۔ اگر اسلام سے پھر جانے کا اعلان ظاہراً بھی کرتے تو ان پر حد جاری نہیں کی جا سکتی تھی کیونکہ قرآن مجید میں انہیں اہل کتاب قرار دیا گیا ہے۔ لہذا نہ وہ دن کو ایمان لانے سے مومن ہوتے اور نہ ہی شام کو انکار اسلام سے مرتد قرار دیے جاتے۔

۳۔ "کیف یھدی اللہ قوماً کفروا بعدایمانھم وشھدواان الرسول حق وجآء ھم البینت واللہ لایھدی القوم الظالمین" (۱۰۴)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو کیسے ہدایت دے گا جو ایمان لانے اور رسول اللہ ﷺ کے دعوی رسالت کی صداقت کی گواہی دے کر اور اسکے بعد کہ ان کو واضح دلائل (حقانیت اسلام کے) پہنچ چکے تھے کافر ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا۔)

اس آیت سے مرتد کی سزا قتل نہ ہونے کا استدلال اس طرح لیا جاتا ہے کہ مرتدین کو ارتداد کے بعد ہدایت نہیں ملتی۔ لہذا ارتداد کے بعد ہدایت نہ ملنا ان کی زندگی کی دلیل ہے۔

کتب تفاسیر میں منقول شان نزول کے مطابق اس قوم سے مراد وہ لوگ ہیں جو مرتد ہو کر مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ چلے گئے تھے لیکن ان بارہ آدمیوں میں سے صرف ایک شخص حارث بن سوید انصاری تائب ہو کر واپس مدینہ منورہ آگئے تھے۔ اگر اس آیت کا ظاہری مفہوم لیا جائے تو یہ خلاف واقع نظر آتا ہے۔ اس لئے کہ حارث بن سوید اور عبداللہ بن ابی سرح ارتداد کے بعد دوبارہ مسلمان ہوئے تھے۔

اس آیت سے مصداق وہ لوگ ہیں جو سب کچھ حقیقت جان کر بھی مرتد ہوئے ہیں لیکن توبہ کی مہلت ملنے کے باوجود وہ راہ ہدایت اختیار نہیں کرتے اور قتل ہو جاتے ہیں۔ یہی مفہوم اس کا قابل عمل ہے کیونکہ اس کے آگے آیت ۸۸ میں ہے "الاالذین تابوا من بعد ذلک واصلحوا فان اللہ غفور رحیم" کہ سابقہ تین آیات میں جو مذمتیں مرتدین کے لیے بیان کی گئی ہیں ان سے وہ مستثنیٰ ہیں جنھوں نے ارتداد سے توبہ کی اور نیک عمل کیے۔ گویا یہ آیت مرتد کو توبہ کی پیش کش کے لیے بھی حجت ہے تا کہ وہ لوگ جو کسی شبہ کی بنا پر مرتد ہو گئے ہیں وہ شبہ دور ہونے پر توبہ کر لیں۔ (۱۰۵)

۴۔ (i) "ان الذین کفروا بعد ایمانھم ثم ازدادوا کفراً لن تقبل توبتھم واولئک ھم الضالون" (۱۰۶)

(بے شک وہ لوگ جو ایمان لانے کے بعد کافر ہوئے تو پھر اپنے کفر میں بڑھتے رہے تو ہرگز ان کی توبہ قبول نہ ہو گی اور وہ لوگ گمراہ ہیں)

(ii) ان الذین امنوا ثم کفروا ثم امنوا ثم کفروا ثم ازدادوا کفراً لم یکن اللہ لیغفرلھم ولیھدیھم سبیل" (۱۰۷)

(بے شک وہ لوگ جو مسلمان ہوئے پھر کافر ہوئے پھر مسلمان ہوئے پھر کافر ہو گئے پھر اپنے کفر میں بڑھتے رہے تو اللہ تعالیٰ ہرگز انہیں بخشنے والا نہیں اور نہ ہی انہیں (سیدھی) راہ دکھائے گا)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ان آیات سے یہ استدلال لیا جاتا ہے کہ ان آیات سے یہ واضح ہوتا ہے کہ مرتد ہونے کے بعد مرتدین کو قتل نہیں کیا جائے گا بلکہ انہیں کفر میں بڑھنے کا موقع ملے گا یہاں تک کہ اپنی موت خود مریں گے۔

i- اول الذکر آیت اس سے قبل بیان کی گئی آیت سے ملحق ہے۔ اسی لئے مفسرین فرماتے ہیں کہ یہ آیت یہودیوں کے بارے میں نازل ہوئی یعنی انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور تورات پر ایمان لانے کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام، انجیل اور رسول اکرم ﷺ اور قرآن مجید سے انکار کیا۔ یا اس سے مراد عیسائی ہیں جنھوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور انجیل پر ایمان لانے کے بعد حضور اکرم ﷺ اور قرآن مجید کا انکار کیا۔ لہٰذا اس سے مراد ہی لوگ ہیں نہ کہ مرتدین امت محمدیہ۔

ii- اگر اس کا مفہوم امت محمدیہ سے متعلق بھی ہو تو بھی ایسے شخص کا قتل کر دینا ہی بہتر ہے تاکہ اس شخص کے شر سے دیگر مسلمان محفوظ رہ سکیں۔

iii- موخر الذکر آیت سے وہ مرتد مراد ہے جو توبہ کی پیش کش کے بعد اسلام لے آئے تو اس کا اسلام معتبر ہوگا۔ گویا اس آیت میں ارتداد کے بعد ایمان کی قبولیت کا ذکر ہے اور اس کی نفی ہے کہ مرتد ہونے کے بعد کوئی مسلمان نہیں ہو سکتا۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اسلام میں مرتد کی سزا قتل نہیں۔ اسی لئے اس آیت سے حضرت علیؓ نے مرتد کو تین بار توبہ کی ترغیب دینے کا استدلال کیا ہے۔

۵۔ ”من اهتدی فانما یهتدی لنفسه ومن ضل فانما یضل علیها ولا تزر وازرة وزر اخری“ (۱۰۸)

(جو کوئی راہ ہدایت پر چلتا ہے تو وہ اپنے فائدے کے لیے راہ ہدایت پر چلتا ہے اور جو گمراہ ہوتا ہے۔ تو اس کی گمراہی کا وبال اسی پر ہے اور کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ اس آیت سے یہ دلیل وضع کی گئی کہ کسی کا فریا مرتد کے پیچھے پڑنا کسی دوسرے کا بوجھ اٹھانے والی بات ہے۔

(i) اس آیت سے یہ کہاں ثابت ہوتا ہے کہ مرتد کو قتل نہ کیا جائے۔ یہاں تو زندگی کے ایک عام اصول کا بیان ہے کہ اس دنیا میں جو ہدایت پاتا ہے وہ اپنے لئے پاتا ہے اور جو کوئی گمراہ ہوتا ہے اس کی گمراہی کا نقصان اس پر ہوگا اور قیامت کے دن کوئی کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(ii) اگر اس کا یہ مطلب لیا جائے کہ کسی کو ہدایت دینے کے لیے اس کے پیچھے پڑنا دوسرے کا بوجھ اٹھانے کے مترادف ہے تو پھر اسلام میں دعوت و تبلیغ کا سلسلہ مکمل طور پر بند ہو جائے گا۔ کفار کو ہدایت دینے سے متعلق رسول اکرم ﷺ سے مخاطب ہو کر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"لعلک باخع نفسک الا یکونوا مؤمنین" (۱۰۹)

(اے جان عالم) شاید آپ اپنے آپ کو اس غم میں ہلاک کر دیں گے کہ وہ "کفار" ایمان نہیں لا رہے)

اسی طرح رسول اکرم ﷺ نے حضرت علیؓ سے فرمایا تھا:

"اے علی تمہاری کوشش سے ایک آدمی کا دین حق قبول کر لینا دنیا کی بڑی سے بڑی دولت سے بھی بڑھ کر ہے" (۱۱۰)

اس طرح کی یہ کوشش تو آج مسلمانوں میں ہر جماعت سے منسلک فرد دوسرے کو اپنی جماعت میں شامل کرنے کے لیے کرتا ہے تو کیا یہ دوسرے کا بوجھ اٹھانے والی بات ہو گا۔ لہٰذا اس آیت سے مذکورہ استدلال درست نہیں۔

احادیث سے دلائل

اب ان احادیث کا ذکر کیا جاتا ہے جن سے منکرین حد ارتداد یہ استدلال لیتے ہیں کہ اسلام میں مرتد کی سزا قتل نہیں ہے۔

ا۔ صحیح بخاری کتاب فضائل المدینہ میں روایت ہے کہ ایک اعرابی رسول اکرم ﷺ کے پاس آیا اور اس نے اسلام پر بیعت کی۔ پھر دوسرے روز بیماری کی حالت میں آیا اور عرض کرنے لگا میری بیعت فسخ کر دیں۔ آپ نے تین بار انکار کیا پھر آپ ﷺ نے فرمایا:

"المدینۃ کالکیر تنفی خبثھا و تنصع طیبھا" (۱۱۱)

(مدینہ بٹھی کی طرح ہے۔ اس کے خبث کو دور کرتا ہے اور اس کی خوشبو خالص ہو جاتی ہے)

اس حدیث سے یہ دلیل وضع کی گئی ہے کہ بیعت واپس ہونے پر وہ شخص مرتد ہو گیا اور اس شخص کو حضور اکرم ﷺ نے قتل نہیں کیا اور اسے ایسے ہی مدینہ سے جانے کی اجازت دی۔

شارحین اس استدلال کو اس لئے درست قرار نہیں دیتے۔

(i) یہ بیعت قبولیت اسلام پر نہیں تھی بلکہ کسی دینی امر پر بیعت تھی۔ کیونکہ کفر میں اقالہ نہیں ہوتا۔ جزوی بیعت میں اقالہ ہو سکتا ہے۔ ممکن ہے کہ یہ بیعت مدینہ منورہ میں اقامت پر ہو اور وہ بیماری کی وجہ سے اس بیعت سے رجوع کر کے مدینہ سے جانا چاہتا ہو۔

(ii) اگر اسے اسلام کی بیعت قرار دیا جائے تو پھر اکراہ کا اثبات ہو رہا ہے کیونکہ وہ شخص بیعت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اسلام توڑ رہا ہے اور آپ ﷺ نے تین بار اس کی بیعت توڑنے سے انکار کیا۔

(iii) اگر یہ اقالہ کفر پر ہوتا ہے تو پھر اسے آپ ﷺ سے پوچھنے کی کیا ضرورت تھی۔ مرتد ہو جاتا تو خاموشی سے مدینہ سے نکل جاتا۔ عہد رسالت میں کوئی ایک ایسی مثال نہیں ملتی جس میں کسی مسلمان نے آپ ﷺ سے اجازت لے کر ارتداد کو اختیار کیا ہو۔

(iv) حدیث میں خبث کا لفظ ہے کفر کا نہیں۔ خبث مسلمان میں بھی پیدا ہو سکتا ہے۔ خبث پیدا ہونے سے کوئی مسلمان کافر نہیں ہوتا مسلمان ہی رہتا ہے۔

(v) علامہ ابن حجرؒ فرماتے ہیں اگر وہ شخص مرتد ہوتا تو اسے فوراً قتل کر دیا جاتا۔ اس کا قتل نہ کیا جانا اس بات پر دلیل ہے کہ یہ بیعت کی واپسی اسلام سے رجوعیت نہیں تھی۔ (۱۱۲)

۲۔ دوسری دلیل صلح حدیبیہ کی تیسری شق سے اخذ کی گئی ہے جو کہ یہ ہے :

"مسلمانوں میں سے کوئی شخص مرتد ہو کر چلا آئے تو اسے واپس نہ کیا جائے گا"

چونکہ رسول اکرم ﷺ نے اس شرط سے اتفاق کیا تھا۔ لہذا اسلام میں مرتد کی سزا قتل نہیں۔ معاہدہ حدیبیہ سے مذکورہ استدلال حقیقت پر مبنی نہیں۔

(i) دشمن کے ساتھ معاہدہ میں کئی مصلحتیں پیش نظر ہوتی ہیں۔ کسی بھی معاہدہ کی شرطوں کو مستقل اصول قرار نہیں دیا جا سکتا جیسے اسی معاہدہ میں کفار مکہ کی طرف سے معاہدہ کی تحریر کا آغاز "بسم اللہ الرحمن الرحیم" کی بجائے "باسمک اللھم" سے کیا گیا ہے۔ محمد رسول اللہ کی بجائے محمد بن عبد اللہ معاہدہ میں لکھا گیا۔ تو اب کیا بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھنا منع قرار پائے گا کیا محمد رسول اللہ لکھنا اور کہنا ممنوع ہوگا؟ ایسا ہرگز نہیں۔ لہذا اس شرط کو تسلیم کر لینے سے مرتد کی سزا قتل ختم نہیں ہو جاتی۔

(ii) ویسے بھی اگر کوئی مرتد اسلامی ریاست کو چھوڑ کر کسی غیر اسلامی ملک میں منتقل ہو جائے تو اسلامی مملکت اس ملک سے اسے طلب نہیں کرے گی۔ چونکہ یہ شق اسلام کے مطابق تھی لہذا حضور اکرم ﷺ نے اسے تسلیم کر لیا۔

۳۔ تیسری دلیل یہ پیش کی جاتی ہے کہ سنن بیہقی میں ہے : عبد اللہ بن ابی سرح کاتب رسول تھا۔ مرتد ہوا تو قتل کا حکم دیا گیا۔ حضرت عثمانؓ نے اس کے لیے حضور اکرم ﷺ سے پناہ مانگی تو آپ کو پناہ کی اجازت دی گئی۔ اس سے ثابت ہوا کہ مرتد کی سزا قتل نہیں ہے۔

(i) اس دلیل کی حقیقت کو جاننے کے لیے مذکورہ شخصیت کے احوال کو جاننا ضروری ہے۔ علامہ ابن اثیر جزریؒ اسد الغابہ میں نقل کرتے ہیں کہ عبد اللہ بن سعد بن ابی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سرح حضرت عثمانؓ کے رضاعی بھائی تھے۔ فتح مکہ سے قبل اسلام لائے اور حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں کتابت کیا کرتے تھے۔ پھر مرتد ہو کر مشرکین سے جا ملے اور ان سے جا کر کہا کہ میں محمد کو جس طرح چاہتا تھا پھیر دیتا تھا۔ وہ مجھے عزیز حکیم لکھاتے۔ میں پوچھتا علیم حکیم آپ فرماتے ہاں۔ ہر ایک صحیح ہے۔ فتح مکہ کے موقع پر آپ نے ان کے 'عبداللہ بن خطل اور مقیس بن صبابہ کے بارے میں فرمایا انہیں قتل کر دو۔ اگرچہ یہ خانہ کعبہ کے پردوں میں چھپے ہوں۔ عبداللہ بن سعد حضرت عثمانؓ کے پاس بھاگ کر گئے۔ آپؓ نے انہیں امان دی۔ جب مکہ میں اطمینان ہوا تو حضرت عثمانؓ انہیں لے کر حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے (امید توبہ) امان چاہی۔ آپ ﷺ بہت دیر تک خاموش رہے۔ پھر آپ ﷺ نے درخواست قبول فرمائی۔ جب عثمانؓ چلے گئے تو آپ ﷺ نے پاس بیٹھے ہوئے صحابہ سے پوچھا۔ میں اس وجہ سے خاموش تھا تاکہ تم میں سے کوئی شخص اسے قتل کر دیتا۔ ایک انصاری نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ آپ اشارہ فرما دیتے تو آپ نے فرمایا نبی کی آنکھ خائن نہیں ہوتی۔ اس دن سے یہ عبداللہ مسلمان ہوئے اور پھر اسلام پر ثابت قدم رہے۔ (۱۱۳)

اس روایت سے تو یہ واضح ہوتا ہے کہ مرتد کی سزا قتل ہے اور آپ ﷺ کی خواہش تھی کہ عبداللہ کو قتل کر دیا جاتا۔

(ii) جہاں تک امان لینے کی بات ہے تو اس ضمن میں آپؐ نے اپنے صوابدیدی اختیارات استعمال کیے کیونکہ بعض فقہاء کے نزدیک یہ تعزیری سزا ہے نہ کہ دیگر حدود کی طرح ایک حد۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ حضرت عثمانؓ نے ان کے تائب ہونے کا یقین دلایا ہو۔ جس میں آپؐ کامیاب ہوئے اور حضرت عبداللہ اسی توبہ پر ثابت قدم رہے۔

حضرت عبداللہ بن ابی سرح سے متعلق اس روایت سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ آنحضور ﷺ نے مرتد کی سزا فتح مکہ سے قبل مقرر کر دی تھی۔

۴۔ اگر اسلام میں مرتد کی سزا قتل ہوتی تو عورتوں کو بھی اس جرم میں قتل کیے جانے کا حکم ہوتا کیونکہ دیگر جرائم کی سزاؤں میں مرد عورت کی کوئی تفریق نہیں۔

اس اعتراض کے جواب کے لیے عورت کے ارتداد کے عنوان کو دیکھا جا سکتا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ شوافع کے ہاں عورت کو بھی ارتداد کے جرم میں قتل کیا جاتا ہے جبکہ احناف

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے ہاں بایں وجہ مرتدہ کو قتل نہیں کیا جاتا۔

(i) حضور اکرم ﷺ نے عورتوں کو قتل کرنے سے منع فرمایا ہے۔

(ii) عورتوں کا دین اختیار کرنا بالعموم مردوں کے تابع ہوتا ہے۔لہذا یہ اعتراض بھی درست نہیں۔

نوٹ : یہ تمام اعتراضات عبدالرحمٰن کی کتاب ''اسلامی نظریہ دربارہ قتل مرتد''اور دیگر کتب سے لئے گئے ہیں۔(۱۱۴)

خلاصہ بحث

اس تمام بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ ارتداد سے متعلق دو قسم کے اختلاف ہیں :

i۔ ''حد''ہونے میں اختلاف

ii۔ مرتد کی سزا قتل ہونے میں اختلاف

اول الذکر اختلاف میں احناف کا نظریہ یہی ہے کہ ارتداد حدود الہی میں سے نہیں ہے جبکہ شوافع کے ہاں یہ حدود میں داخل ہے۔لیکن اس پر تمام ائمہ کا اتفاق ہے کہ مرتد کی سزا قتل ہے۔

مؤخر الذکر اختلاف میں اکثر فقہاء کا یہ نظریہ ہے کہ مرتد کو اس کے ارتداد کی بنا پر قتل کی سزا دی جاتی ہے لیکن چند ائمہ فقہاء ابراھیم نخعیؒ اور سفیان ثوریؒ کے علاوہ ائمہ احناف امام سرخسیؒ، ابن حیانؒ اور ابن ھمامؒ کے علاوہ ابن قدامہؒ۔(۱۱۵) کی رائے میں ارتداد نہ تو حق اللہ ہے اور نہ حق العباد۔لہذا مرتد کو قتل کی سزا اس لئے دی جاتی ہے کہ اس میں ارتداد کے بعد اسلامی حکومت سے محاربت یا جنگ کی صلاحیت کو ابتدا سے ہی ختم کر دیا جائے۔نہ وہ زندہ رہے اور نہ محاربت کا سلسلہ آگے بڑھے۔چونکہ عورت میں بالعموم یہ کیفیت نہیں ہوتی لہذا اسے قتل کرنے کا حکم نہیں۔مرتد کی اصل سزا تو وہ ہے جس کا ذکر اللہ تعالی نے قرآن مجید میں فرمایا ہے۔

ثانی الذکر رائے کو اگر نظر عمیق سے دیکھا جائے تو یہ رائے بھی حقیقت کے مطابق نظر آتی ہے۔چونکہ عصر حاضر میں قدیم طرز محاربت نہیں ہے۔لہذا اس دور میں بھی مرتد کا محارب ہونا بھی نہیں پایا جاتا۔اس لئے یہ بات قابل غور ہے کہ کیا اس دور میں بھی مرتد کو قتل کی سزا دینی چاہیے یا اس کی مہلت توبہ کو تاحیات اس امکان وامید کے ساتھ رہنے دینا چاہیے کہ شاید یہ کسی بھی وقت تائب ہو جائے۔یہ اس لئے بھی قابل توجہ ہے کہ آج سائنسی، عقلی، معاشی اور دینی بنیادوں پر مسلمانوں کو گمراہ کیا جاتا ہے۔

ارتداد کی سزا قتل ہونے کے متعلق ایک نظریہ یہ بھی ہے کہ یہ سزا عہد رسالت میں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ترھیباً مقرر کی گئی تھی تاکہ مسلمان کسی بھی بنیاد پر اسلام سے منحرف نہ ہوں۔ نیز یہود و نصاریٰ کی ان سازشوں کی حوصلہ شکنی ہو جو انہوں نے اس انداز میں اسلام کے خلاف بنا رکھی تھی جن کا ذکر پہلے کر دیا گیا ہے۔ چونکہ اب اسلام کو اس قسم کی سازشوں سے کوئی خطرہ نہیں بلکہ اس کے برعکس اسلام کی روشنی غیر مسلم ممالک میں بڑی تیزی کے ساتھ پھیل رہی ہے۔ لہٰذا اس حکم پر غور کرنے کی ضرورت ہے جیسے قرآن مجید میں مذکور مصارف زکوٰۃ میں ایک مصرف تالیف قلب ہے جس پر عہد رسالت میں عمل ہوتا رہا۔ عہد صدیقیؓ میں حضرت عمر فاروق ؓ نے یہ کہہ کر تالیف قلب کو مصارف زکوٰۃ سے خارج کر دیا کہ اب اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غلبہ عطا کر دیا ہے۔ لہٰذا اب اس مصرف کی ضرورت نہیں۔

اس کے علاوہ یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ اگر عالم اسلام مرتد کی سزا قتل نافذ کر دے اور اس کے رد عمل میں عالم کفر اپنے مذاہب سے متعلق ایسی ہی قانون سازی کرے تو بین الاقوامی سطح پر اسلامی تبلیغ کام کرنے والی تنظیمیں کس قدر متاثر ہوں گی۔ نیز جس تیزی کے ساتھ آج غیر مسلم ممالک میں اسلام پھیل رہا ہے اس پر کیا اثرات مرتب ہوں گے اور اس کا ذمہ دار کون ٹھہرے گا۔

حد ارتداد کے نفاذ سے متعلق چیف جسٹس (ریٹائرڈ) پاکستان جناب ایس۔ اے۔ رحمان نے چند تجاویز پیش کی ہیں۔ بشمول ان کے چند تجاویز ذیل میں پیش کی جاتی ہیں:

۱۔ ارتداد کا اثبات اور اس سے متعلق دیگر احکامات کا نفاذ کم از کم ضلع کی اعلیٰ عدالت کی طرف سے ہونا چاہیے۔

۲۔ علماء کرام پر فتویٰ کفر اور ارتداد کے اجراء پر پابندی عائد کی جائے۔ البتہ انہیں عدالت میں اپنے دلائل دینے کی اجازت ہو۔

۳۔ محض ظنی دلائل پر کفر و ارتداد کا فتویٰ جاری کرنے پر تعزیری سزا مقرر کی جائے۔

۴۔ محارب نہ ہونے کے باوجود مرتد کے لیے تعزیری سزا مقرر کرنے کے علاوہ دیگر احکام اسلامی مکمل طور پر نافذ ہونے چاہیے۔

۵۔ ارتداد کے اگر معاشی اسباب ہوں تو حکومت کو چاہیے کہ ان اسباب کا ازالہ کرے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حواشی وحوالہ جات

۱۔ ابن منظور، لسان العرب، (بذیل مادہ رد) دار صادر، بیروت، ۱۴۰۰ھ، ۵/ ۱۸۴۔
مرتضیٰ زبیدی، تاج العروس، مطبعۃ الخیریہ، مصر، ۱۳۰۶ھ، ۲/ ۳۵۰۔

۲۔ راغب اصفہانی، المفردات، نور محمد، کراچی، (ت۔ن)، ۱/ ۳۹۰۔

۳۔ کاسانی، بدائع الصنائع، (مترجم) مدیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری، لاہور، ۱۹۸۷ء، ۷/ ۳۴۰۔

۴۔ وھبۃ الزحیلی، الفقہ الاسلامی وادلتہ، دارالفکر، بیروت، ۱۹۸۴ء، ۶/ ۱۸۳۔

۵۔ عبدالوہاب شعرانی، المیزان الکبریٰ، دارالفکر، بیروت، (ت۔ن)، ۲/ ۱۵۲۔
کاظم حبیب، ارتداد ماضی اور حال کے آئینے میں، دارالعروبہ، منصورہ، لاہور، ۱۳۹۷ھ، ص ۳۴۔

۶۔ سورۃ البقرہ، ۱۰۹۔

۷۔ ایضاً، ۲۱۷۔

۸۔ سورۃ آل عمران، ۱۰۶۔

۹۔ سورۃ المائدہ، ۵۔

۱۰۔ ایضاً، ۵۴۔

۱۱۔ سورۃ محمد، ۲۵۔

۱۲۔ سورۃ الفتح، ۱۶۔

۱۳۔ کاسانی، بدائع الصنائع، ۷/ ۳۴۳۔

۱۴۔ سنن ابن ماجہ، ابواب الحدود، باب لایحل دم امری مسلم الافی ثلاث،
نور محمد، کراچی، ۱۳۸۱ھ، ص ۱۸۲۔

۱۵۔ ایضاً، باب المرتد عن دینہ، ص ۱۸۲۔

۱۶۔ امام مالک، مؤطا امام مالک، کتاب الاقضیہ، باب القضاء فیمن ارتد عن الاسلام، میر محمد کتب خانہ،
کراچی (ت۔ن) ص ۶۳۹۔

۱۷۔ محمد بن اسماعیل الیمنی، سبل السلام، شرح بلوغ المرام، المکتبۃ الاثریہ، سانگلہ ہل،
(ت۔ن) ۳/ ۱۲۴۱۔

۱۸۔ سورۃ آل عمران، ۱۹۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۱۹۔ ابو داؤد' سنن ابی داؤد' کتاب الحدود' باب الحکم فیمن ارتد'
ولی محمد کارخانہ کتب' کراچی' ۱۳۶۹ھ' ۲/ ۵۹۸۔

۲۰۔ محمد بن احمد قرطبی' جامع لاحکام القرآن' دارالکاتب' تہران ۱۶/ ۳۱۱۔

۲۱۔ دارقطنی سنن دارقطنی' کتاب الحدود والدیات' حدیث نمبر ۱۲۲' عبداللہ یمانی'
مدینہ منورہ' ۱۹۶۶ء' ۳/ ۱۱۸۔

۲۲۔ شوکانی' نیل الاوطار' ابواب احکام الردۃ الاسلام' انصار السنۃ محمدیہ' لاہور' (ت۔ن) ۷/ ۲۱۷

۲۳۔ بیہقی' السنن الکبریٰ' کتاب المرتد' باب قتل من ارتد عن الاسلام الخ' دارالفکر'
بیروت' (ت۔ن) ۸/ ۲۰۴۔

۲۴۔ شوکانی' نیل الاوطار' ۷/ ۲۱۷۔ ثناء اللہ پانی پتی' تفسیر مظہری'
سعید کمپنی' کراچی' ۱۹۷۵ء' ۵/ ۳۱۶۔

۲۵۔ بیہقی' السنن الکبریٰ' ۸/ ۲۰۶۔

۲۶۔ سنن ابن ماجہ' کتاب الحدود' ص ۱۸۲۔ امام احمد' المسند' ۱/ ۶۲' ۶۳' ۱۶۳۔

۲۷۔ السنن الکبریٰ' ۸/ ۲۰۶ (السنن الکبریٰ میں مزید احادیث ملاحظہ کی جاسکتی ہیں)

۲۸۔ امام احمد' المسند' دارالفکر' بیروت' (ت۔ن) ۵/ ۲۴۲۔

۲۹۔ الصحیح البخاری' کتاب استتابۃ والمرتدین وقتالھم' نور محمد' کراچی' ۱۹۴۸ء' ۲/ ۱۰۲۳'
سبل السلام میں ۲۰ دن کی مہلت کا ذکر ہے۔ حسن بصری کے نزدیک ایک سو بار توبہ
کی دعوت دینی چاہیے۔ ابن حیان' البحر المحیط ۲/ ۱۵۰۔ ۱۵۱۔ ابن قدامہ' المغنی'
مکتبہ ریاض الحدیثہ' ریاض' ۱۹۸۱' ۸/ ۱۲۵۔

۳۰۔ شوکانی' نیل الاوطار' ۷/ ۲۱۸' ابن نجیم' البحر الرائق' ۵/ ۱۳۶۔

۳۱۔ ابن نجیم' البحر الرائق' مکتبہ حامدیہ' کوئٹہ' (ت۔ن)

۳۲۔ کاسانی' بدائع الصنائع' ۷/ ۳۴۰۔

۳۳۔ سورۃ التوبہ' ۶۵۔ ۶۶۔

۳۴۔ تنزیل الرحمٰن' اسلامی قانون ارتداد' قانونی کتب خانہ' لاہور ۱۹۷۳ء' ص ۲۶

۳۵۔ سورۃ البقرہ: ۴۳۔

۳۶۔ سورۃ النساء: ۱۱۔

۳۷۔ امام احمد' مسند' ۲/ ۳۸۷' ھیثمی' مجمع الزوائد (کتاب الاحکام' باب فی الرشاء)'
مکتبہ القدسی' قاہرہ' ۱۳۵۲ھ' ۴/ ۱۹۹۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۳۸۔ جامع الترمذی، ابواب البیوع، باب ماجاء فی کراھیۃ الغش فی البیوع، مکتبہ رحیمیہ، (دیوبند) ۱۹۵۲ء، ۱/ ۱۷۷۔

۳۹۔ امام احمد، المسند، ۳/ ۱۳۵۔

۴۰۔ محمد جواد مغنیہ، علم اصول الفقہ، دار العلم للملایین، بیروت، ۱۹۸۰ء، ۱۸۹۔

۴۱۔ محمد شفیع، تکفیر کے اصول، ملحقہ اسلامی قانون ارتداد، ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن، قانونی کتب خانہ، لاہور، ۱۹۷۳ء ص ۸۷۔

۴۲۔ سورۃ الانعام : ۵۷۔

۴۳۔ سورۃ المائدہ : ۹۳۔

۴۴۔ ابن قدامہ، المغنی، ۸/ ۱۳۲۔

۴۵۔ تنزیل الرحمٰن، اسلامی قانون ارتداد، ص ۲۶۔

۴۶۔ کاسانی، بدائع الصنائع، ۷/ ۳۵۲۔ کاظم حبیب، ارتداد ماضی اور حال کے آئینے میں، ص ۵۴۔۵۹۔

۴۷۔ نسائی، سنن النسائی، کتاب الطلاق، باب من لایقع طلاقہ من الازواج، قدیمی کتب خانہ، کراچی، (ت۔ن) ۲/ ۹۲، احمد، المسند، ۱/ ۱۴۶۔

۴۸۔ ڈاکٹر ساجد الرحمٰن، اسلام کا فوجداری قانون، ۳/ ۳۹۷۔

۴۹۔ کاسانی، بدائع الصنائع، ۷/ ۳۴۰۔ ڈاکٹر ساجد الرحمٰن صدیقی، اسلام کا فوجداری قانون، اسلامک پبلیکیشنز، لاہور، ۱۹۸۸ء، ۳/ ۳۹۷۔

۵۰۔ کاسانی، بدائع الصنائع، ۷/ ۳۴۰۔

۵۱۔ امام احمد، المسند، ۲/ ۳۱۵، ۳/ ۴۶۷۔

۵۲۔ الزحیلی، الفقہ الاسلامی وادلتہ، ۶/ ۱۸۵۔

۵۳۔ سورۃ مریم، ۳۰۔

۵۴۔ سورۃ النحل، ۱۰۶۔

۵۵۔ سنن ابن ماجہ، کتاب الطلاق، باب طلاق، المکرہ الناسی، ص ۱۴۷۔

۵۶۔ کاسانی، بدائع الصنائع، ۷/ ۳۴۴۔

۵۷۔ ایضاً، ص ۳۴۶، ۳۴۵۔ مرغینانی، الھدایہ، محمد علی کارخانہ کتب، کراچی، (ت۔ن)، ۳/ ۳۴۶۔

۵۸۔ سورۃ النساء، ۹۴۔

۵۹۔ امام احمد، المسند، ۴/ ۳۰۴، سرخسی، المبسوط، ۱۰/ ۱۰۰۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۶۰۔ کاسانی 'بدائع الصنائع' ۷ / ۲۷۵۔

۶۱۔ ایضاً

۶۲۔ تنزیل الرحمٰن 'اسلامی قانون ارتداد' ص ۶۔

۶۳۔ بخاری الجامع الصحیح 'کتاب الایمان' ۱ / ۸۔ احمد 'المسند' ۲ / ۳۴۵۔

۶۴۔ احمد 'المسند' ۵ / ۴۳۳۔

۶۵۔ ایضاً' ۴ / ۴۳۹۔

۶۶۔ شاہ ولی اللہ 'الحجۃ اللہ البالغہ' نور محمد' کراچی' (ت۔ن) ۲ / ۴۶۷۔

۶۷۔ کاسانی 'بدائع الصنائع' ۷ / ۱۳۵۔ تنزیل الرحمٰن 'اسلامی قانون ارتداد' ص ۳۱۔

۶۸۔ مرغینانی 'ہدایہ' کتاب احکام المرتدین' ۲ / ۵۸۰۔ شوکانی 'نیل الاوطار' ۷ / ۲۱۷۔

۶۹۔ ایضاً' ص ۲۱۶۔

۷۰۔ سورۃ النساء' ۱۳۷۔

۷۱۔ مرغینانی 'الھدایہ' ۲ / ۵۸۰۔ کاسانی 'بدائع الصنائع' ۷ / ۳۴۱۔

۷۲۔ ابن قدامہ 'المغنی' ۸ / ۳۴۱۔

۷۳۔ کاسانی 'بدائع الصنائع' ۷ / ۳۴۱۔ ۳۴۲۔

۷۴۔ ابن رشد 'بدایۃ المجتھد' فاران اکیڈمی' لاہور' (ت۔ن) ۱ / ۲۹۵۔ الزحیلی' الفقہ الاسلامی وادلتہ' ۶ / ۱۸۸۔

۷۵۔ ابن قدامہ 'المغنی' ۸ / ۱۲۸۔

۷۶۔ کاظم حبیب 'ارتداد ماضی اور حال کے آئینے میں' ص ۲۳۳۔ ۲۳۴۔

۷۷۔ مرغینانی 'الھدایہ' ۲ / ۵۸۱۔ کاسانی 'بدائع الصنائع' ۷ / ۳۴۶۔ الزحیلی 'الفقہ الاسلامی وادلتہ' ۶ / ۱۸۹۔ ۱۹۳۔

۷۸۔ کاسانی 'بدائع الصنائع' ۷ / ۳۴۸۔ تنزیل الرحمٰن 'اسلامی قانون ارتداد' ص ۶۵۔ ۶۶۔

۷۹۔ احمد 'المسند' ۵ / ۲۰۰

۸۰۔ کاسانی 'بدائع الصنائع' ۷ / ۳۵۰

۸۱۔ ایضاً

۸۲۔ ایضاً۔ الزحیلی 'الفقہ الاسلامی وادلتہ' ۶ / ۱۹۳۔

۸۳۔ کاسانی 'بدائع الصنائع' ۷ / ۳۵۲۔ ۳۵۳۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۸۴۔ نعیم الدین مراد آبادی' حاشیہ قرآن مجید' بذیل سورۃ توبہ آیت ' ۲۹' تاج کمپنی' لاہور (ت۔ن)۔

۸۵۔ سورۃ التوبہ ۲۹۔

۸۶۔ ظہور احمد اظہر۔ ''حد'' دائرۃ معارف اسلامیہ' پنجاب یونیورسٹی'
لاہور' ۱۹۷۸ء' ۷/ ۲۳۹۔ ۲۴۲۔

۸۷۔ مرغینانی' الھدایہ' ۲/ ۵۷۵۔ کاسانی' بدائع الصنائع' ۷/ ۲۹۰۔ ۲۹۲۔

۸۸۔ ایضاً' ۲/ ۸۶۰' ۳/ ۵۳۳۔ مرغینانی' الھدایہ' ۱/ ۳۲۸۔ الجزیری' کتاب الفقہ' ترجمہ'
منظور احسن عباسی' محکمہ اوقاف' پنجاب' لاہور' ۱۹۷۷ء' ۲/ ۴۱۷

۸۹۔ کاسانی' بدائع الصنائع' ۵/ ۱۱۲

۹۰۔ احسن نانوتوی و خرم علی' غایۃ الاوطار' ۴/ ۵۲۹

۹۱۔ امام احمد' المسند' ۵/ ۳۵۸

۹۲۔ کاسانی' بدائع الصنائع' (مترجم) ۷/ ۳۴۲

۹۳۔ الجزیری' کتاب الفقہ' ۵/ ۱۱۔ ۱۱۲

۹۴۔ مرغینانی' الھدایہ' ۲/ ۵۸۰۔ ۵۸۱' ساجد الرحمٰن' اسلام کا فوجداری قانون' ۳/ ۴۰۵

۹۵۔ ابن حجر عسقلانی' تلخیص الجیر' ۴/ ۵۰' مکتبہ اثریہ' سانگلہ ہل'

Justice(R)S.A.Rshman,Punishment Apostasy in Islam,
Intitute of Islamic Culture,Lahore,1972,p.130,138

دار قطنی' السنن دار قطنی' حاشیہ حدیث نمبر ۱۲۷' ۳/ ۱۲۰۔

۹۶۔ سورۃ آل عمران' ۱۹۔

۹۷۔ الصحیح البخاری' کتاب استتابۃ المعاندین والمرتدین وقتالھم' باب قتل من ابی قبول الفرائض'
۲/ ۱۰۲۳۔

۹۸۔ ایضاً' کتاب الزکوۃ' باب وجوب الزکوۃ ۱/ ۱۸۸۔

۹۹۔ الجزیری' کتاب الفقہ' مترجم' ۵/ ۸۱۱۔

۱۰۰۔ سورۃ البقرہ' ۲۵۶۔

۱۰۱۔ ثناء اللہ پانی پتی' تفسیر مظہری' ۲/ ۳۳۔ کاسانی' بدائع الصنائع' ۷/ ۳۴۳۔

۱۰۲۔ سورۃ البقرہ' ۱۴۔

۱۰۳۔ سورۃ آل عمران' ۷۲۔

۱۰۴۔ ایضاً' ۸۶

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۱۰۵۔ ثناء اللہ پانی پتی، تفسیر مظہری ۲/ ۲۶۸، کاسانی، بدائع الصنائع، ۷/ ۱۳۴۔

۱۰۶۔ سورۃ آل عمران، ۹۰۔

۱۰۷۔ سورۃ النساء، ۱۳۷۔

۱۰۸۔ سورۃ بنی اسرائیل، ۱۵۔

۱۰۹۔ سورۃ الشعراء، ۳۔

۱۱۰۔ البخاری، الجامع الصحیح، کتاب المغازی، باب غزوۃ خیبر، ۲/ ۶۰۶۔

۱۱۱۔ ایضاً، کتاب فضائل المدینہ، باب المدینہ تنفی الخبث، ۱/ ۲۵۳۔

۱۱۲۔ ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، دار النشر الکتب الاسلامیہ، لاہور، ۱۹۸۱ء، ۴/ ۹۷۔

۱۱۳۔ ابن الاثیر جزری، اسد الغابہ، ترجمہ عبد الشکور فاروقی، مکتبہ نبویہ، لاہور، ۱۴۰۷ھ، ۵/ ۲۳،
بیہقی، السنن الکبریٰ، ۸/ ۱۹۷

۱۱۴۔ عبد الرحمٰن، اسلامیہ نظریہ دربارہ قتل مرتد، رحمانیہ منزل، ڈیرہ غازی خاں، ۱۹۸۴ء،
رحمت اللہ طارق، قتل مرتد کی شرعی حیثیت، ادارہ دابیات اسلامیہ، ملتان، ۱۹۸۷ء۔
روشن دین تنویر، اسلام میں مرتد کی سزا، مکتبہ تحریک، لاہور، (ت۔ن)
شیر علی، قتل مرتد اور اسلام، قادیان، (ت۔ن)

۱۱۵۔ سرخسی، المبسوط، ۱۰/ ۱۰۰، ابن حیان، البحر المحیط، دار الفکر، بیروت، ۱۹۸۳ء، ۲/ ۱۵۰۔۱۵۱
ابن ہمام، فتح القدیر، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ، (ت۔ن)، ۵/ ۳۰۷، الجزیری، کتاب الفقہ، ۵/ ۵۱۱۔
ابن قدامہ، المغنی، ۸/ ۱۲۶

S.A.Rshman,Punishment of Apostasy in Islam,p.130,138

© rasailojaraid.com